جلد 28 شمارہ 2 ماہ فروری 2026ء شعبان/رمضان 1447ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلۂ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب **محمد یعقوب توحیدی** شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری 0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: **فہد محمود ، محمد ریاض**

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
ای میل: info@tauheediyah.com Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/50 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

پیامِ قرآن

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ (سورۃ الاعراف 7: آیت 55)

اپنے رب کو پکارو گڑگڑا کر اور آہستہ سے، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاء إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الخَائِنِيْنَ۔ (سورۃ الانفال 8: آیت 58)

اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو اعلانیہ اس کے آگے پھینک دو۔ یقیناً اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ. إِلاَّ الَّذِيْنَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئاً وَلَمْ يُظَاهِرُواْ عَلَيْكُمْ أَحَداً فَأَتِمُّواْ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ (سورۃ التوبہ 9: آیات 3-4)

اور اے نبی ﷺ! انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوشخبری دے دو، بجز ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدے کیے پھر انہوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدت معاہدہ تک وفا کرو کیونکہ اللہ متقیوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک رات جاگے تو فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کیا کیا بلائیں اتری ہیں اور ساتھ ہی (رحمت اور عنایت کے) کیا کیا خزانے نازل ہوئے ہیں۔ ان حجرے والیوں (ازواج مطہراتؓ) کو کوئی جگانے والا ہے؟ افسوس! کہ دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں ننگی ہوں گی۔

(کتاب التہجد، صحیح بخاری)

حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ سب نمازوں میں اللہ تعالٰی کے نزدیک پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور روزوں میں بھی داؤد علیہ السلام کا روزہ۔ آپ علیہ السلام آدھی رات تک سوتے، اس کے بعد تہائی رات نماز پڑھنے میں گزارتے۔ پھر رات کے چھٹے حصے میں بھی سو جاتے۔ اسی طرح آپ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

(کتاب التہجد، صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ سو جا ابھی رات باقی ہے پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔ اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق و چوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ سست اور بد باطن رہتا ہے۔

(کتاب التہجد، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ میری ایک خادم حلقہ سے بات ہوئی تو اس نے کسی کے کردار پر بات کی کہ وہ ایسا ہے، ویسا ہے، میں نے اسے لفٹ کرانی چھوڑ دی ہے۔ میں نے اسے کہا کہ تمہارے پاس ایسے ہی لوگ آئیں گے جن کا کردار کوئی نہیں ہوگا۔ چور ہوں گے، اچکے ہوں گے، ڈاکو ہوں گے۔ تو اگر ان کو لفٹ نہیں کرائے گا تو تو کیا کسی مولوی کے پاس جائے گا؟ تمہارے پاس تو ایسے ہی لوگ آئیں گے۔ اس بات سے اُس کا دماغ ٹھکانے پر آ گیا۔ میں نے کہا کہ تمہارے پاس تو ایسے ہی لوگ آئیں گے۔ تم ایک ایک کو چھوڑتے جاؤ تو تمہارے پاس ارد گرد نکے رہ جائیں گے اور کوئی بھی نہیں ہوگا۔ وہ ٹھیک ہو گیا کہ میں غلطی پر ہوں۔ حضور اقدس ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ اگر حلیم الطبع، صبر والے نہ ہوتے تو آپ کے پاس یہ جو لوگ ہیں ان میں سے ایک بھی نہ ہوتا۔ یہ اللہ میاں نے حضور اقدس ﷺ کی شان میں فرمایا ہے۔ آپ ﷺ سے براہ راست خطاب کر کے فرمایا کہ اگر آپ ترش رو ہوتے تو آپ کے پاس کوئی بھی نہ ہوتا۔ یہ سارا جوم تو آپ کے حلیم الطبع ہونے کی وجہ سے لگا ہوا ہے۔

ہمیں یہ بات قطعاً زیبا نہیں ہے کہ ہم کوئی ایسی بات کریں جو بگڑے ہوئے انسان کو مزید بگاڑ دے۔ یہ کہاں کا انصاف ہو گا؟ یہ تو اس کے ساتھ زیادتی ہو گی۔

انصاری صاحبؒ نے ایساواضح لکھا ہوا ہے،اپنی کتابوں میں یہ ساری باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ آپ نے کچھ چھوڑا نہیں ہےاور بڑے اچھے انداز میں مخاطب کر کے لکھا ہے کہ کہیں تم اپنے آپ کو یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ یہ ایسا ہے۔تم جس کے لئے مقرر کیے گئے ہو وہ کس کی مخلوق ہے اس کا خیال رکھا کرو۔ یہ بڑے حوصلے اور بڑے سوچ وچار کر کے بات کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔یہ جو نئے بچے ہیں،یہ تو کھلونے ہیں۔انہیں کھلانے کے لئے تو آپ کو چارہ ڈالنا پڑے گا۔مٹھائی دینی پڑے گی،انہیں کچھ کھلانا پلانا پڑے گا پھر یہ راہ راست پہ آئیں گے۔

☆ ایک بھائی مرکز تعمیر ملت سے واپس اپنے گھر گئے اور انہوں نے اپنے گھر پہنچ جانے کی اطلاع نہیں کی تھی۔ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

میں اس انتظار میں ہوتا ہوں کہ مجھے آپ بتائیں کہ میں ٹھکانے پر پہنچ گیا ہوں۔ میں اس معاملے میں بہت Serious ہوں۔آپ نے اس دفعہ کوئی پرواہ نہیں کی کہ میں وہاں سے رخصت ہو کے آیا ہوں، مجھے اطلاع دینی چاہئے کہ میں گھر پر پہنچ گیا ہوں۔یہ صحیح بات نہیں ہے۔یہ سفر کے آداب ہیں۔ان کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔خود بھی مطمئن ہوتے ہیں اور دوسرے کو بھی مطمئن کرتے ہیں۔دوسرے کو رستے میں لٹکتا مت چھوڑا کریں۔آئندہ کے لئے اللہ آپ کو ہمت دے اس کا خیال رکھنا۔

☆ ایک بزرگ بھائی نے مختلف حلقہ جات میں مریدین سلسلہ کے معمولات کے حوالے سے بات کی اور زبردست انداز میں ذکر اذکار و اخلاقیات سے متعلق بھائیوں کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا:

ایسی کوئی بھی بات جس کا اثر اجتماعی طور پر ہوتا ہو یا خاص بھائیوں پر ہو تو ایسی بات سوچ سمجھ کر ہی کرنی چاہیے اور اپنی سوچ کو مثبت رکھنا چاہیے اور Negative سوچ کسی صورت میں دوسروں پر ظاہر نہیں کرنی چاہیے اور خود بھی Negative سوچ کو نظر انداز اس طرح کریں کہ بھول جائیں۔ ہمیشہ Positive سوچ رکھیں۔ اس کا بہت زیادہ فائدہ آپ کو بھی ہوگا اور ان کو بھی فائدہ ہوگا جن سے آپ بات کر رہے ہیں کہ بات اگر ایسی ہے تو ہم بھی آگے بڑھ سکتے ہیں۔ انہیں تسلی ہو گی اور اس طریقے سے آگے بڑھ سکیں گے۔ Negative بات کر کے اپنے آپ کو بھی Disappoint کرنا اور دوسروں کو بھی Disappoint کرنا، یہ کوئی اس میں اچھائی نہیں ہے۔ کوشش کریں کہ ایسی کوئی بات کسی بھی Collective forum پہ نہ ہو تا کہ کسی دوسرے بھائی پر اس کا Negative اثر نہ ہو۔ ہوتی ہیں غلطیاں۔ انسان سے یہ ہو جاتی ہیں بہر حال خیال کرنا چاہیے۔ آپ نے بہت اچھی بات کی ہے۔ اللہ آپ کو جزا دے۔

☆ انصاری صاحبؒ سے پوچھا گیا کہ نماز حضوری والی کیسے ہو؟ تو آپؒ نے فرمایا کہ کوئی جتنا بڑا اسکالر ہو جو مرضی ہو جب تک کوئی آدمی پاس انفاس کرنے والا نہیں ہے وہ نماز میں Efficient نہیں ہو سکتا۔ یہ بتانے کے بعد یہ الفاظ خاص طور سے نوٹ کیے ہیں کہ آپ یہ پاس انفاس پندرہ منٹ کریں اور پندرہ منٹ کے بعد اپنی حالت پر غور کریں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے جو باباجیؒ نے لکھی ہے۔ جب آپ پاس انفاس پندرہ منٹ کرلیں تو آپ اپنی حالت کو مختلف پائیں گے یعنی یہ خاص الفاظ جو لکھے ہیں وہ مجھے بڑے عجیب لگے۔ اور ہیں بھی وہ ایسے۔ شروع میں ایک دو دفعہ تو نہیں لیکن جوں جوں آپ اسے پانچ سات دفعہ Continue

کریں گے تو واقعی یہ حقیقت ہے آپ اپنے آپ میں تبدیلی محسوس کریں گے۔

یہ اللہ اللہ کرنا تو زندگی بھر کا سودا ہے۔یہ اس کی ابتدا ہو جائے گی اور اس کی انتہا بھی یہی ہے۔باباجیؒ کے یہ الفاظ بھی یاد رکھیں کہ میں نے اپنے تجربے سے یہ محسوس کیا ہے کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جتنا دلی معاملہ کام آ سکتا ہے وہ لسانی یا زبانی بات چیت کرنے سے یا ذکر کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔اس میں کوشش کریں۔یہ قرب حاصل کرنے میں بڑی ہی زبردست چیز ہے۔اس سے غفلت اپنے آپ کو دوری میں ڈالنے والی بات ہے۔کوشش کریں کہ اللہ کو یاد کریں تو دل سے یاد کریں۔

پانچ وقت نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے، روز پڑھا کریں۔نماز حضوری والی پڑھا کریں۔آپ جب کھڑے ہوں تو سمجھیں کہ میں اب اللہ کے سامنے کھڑا ہوں اور مجھ پر تکبیر تحریمہ کے بعد باقی ساری دنیاوی باتیں اور اپنی سوچ حرام ہوگئی ہے۔اب میں نے اللہ سے صرف اللہ کی باتیں ہی کرنی ہیں جو مجھے سکھائی گئی ہیں۔بس اس طریقے سے سب کے ذہن میں یہ ڈالتے رہیں کہ جو بنیادی باتیں، جو نیکی کی بنیاد ہے وہ باتیں مضبوط ہوتی رہیں اس کا سب خیال رکھیں۔اس کا سب کو بتایا کریں۔اس سے ان شاء اللہ عمل کا موقع ملے گا۔

پاس انفاس ایسا ذکر ہے جو کراماً کاتبین کو بھی پتا نہیں ہے۔یہ Direct آپ کا اور اللہ کا آپس میں تعلق ہے۔یہ معاملہ اُدھر ہے۔کراماً کاتبین آپ کے کندھوں پر بیٹھے ہوئے ہیں لیکن یہ اُنہیں بھی پتا نہیں ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔وہ تو آپ جو Practically کہیں یا کریں ان چیزوں کو کنٹرول کرتے ہیں یا لکھتے ہیں، ریکارڈ کر لیتے ہیں۔یہ پاس انفاس تو آپ کے دل کا معاملہ ہے جو Direct اللہ کے ساتھ ہے۔یہ ان فرشتوں کو بھی پتا نہیں ہے۔یہ اتنا زبردست ذکر ہے۔باباجیؒ نے کہا ہے بس پاس انفاس

ہی سارا کچھ ہے۔ یہ جو پندرہ منٹ کا ذکر بتایا ہے یہ بتاتے ہوئے باباجیؒ کے اور الفاظ بھی ہیں جو خطبے میں لکھے ہوئے ہیں کہ لو بھئی آج میں وہ بھی بتاتا ہوں جو آج تک میں نے بھی نہیں بتایا اور کسی نے بھی اپنے مریدوں کو نہیں بتایا۔ میں آج وہ بھی بتادیتا ہوں ۔ یہ وہی پندرہ منٹ کا پاس انفاس کا ذکر تھا جو آپ نے بتایا۔ یہ سمجھو کہ یہ اُن کی آخری ہدایت تھی اور آخری نصیحت تھی کہ یہ بہت عالی شان ذکر ہے، اسے ضرور کریں۔

قرآن پاک پڑھنے کے لئے خاص ہدایت یہ ہے کہ جس وقت آپ قرآن پاک لے کے بیٹھیں تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ یہ قرآن میں اللہ کا حکم ہے کیونکہ شیطان آپ کے ساتھ ہی آپ کو پڑھانے کے لئے بیٹھتا ہے۔ اگر اس وقت شیطان لعین سے آپ اللہ کی پناہ لے لیا کریں گے تو یہ اللہ کے حکم کی تعمیل بھی ہوگی اور جو کچھ آپ پڑھنا چاہتے ہیں وہ ذہن میں بیٹھے گا بھی۔ ورنہ وہ اپنا نقطہ ضرور بیچ میں ڈالے گا۔ اسے تو دشمنی ہے، اس نے تو تہیہ کیا ہوا ہے۔ آپ نے اسے جنت سے نکلوایا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں آپ کو کیسے جنت میں جانے دوں گا؟ میں باہر ہوں تو آپ کو بھی باہر ہی رکھوں گا۔ اس لئے اللہ کی پناہ لے لیا کریں۔

قرآن تو ہماری تعلیم میں تیسرا بڑا ذکر ہے۔ ہمارے ذمے یہی لگایا گیا ہے کہ نفی اثبات، پاس انفاس، اور قرآن کی تلاوت قرآن کو سمجھتے ہوئے کرنا۔ یہ حکم ہے اور ہمارے مجاہدے میں یہ شامل ہے۔ اس لئے اس کو کوئی بھی نظر انداز نہ کرے۔ تھوڑا ہو بہت ہو، روزانہ سب کو اس کا اعادہ کرنا چاہئے، چاہے ایک رکوع ہی کیوں نہ پڑھے لیکن اپنے دماغ کو قرآن پاک سے تازہ رکھیں، یہ بہت ضروری ہے۔ اس میں ایک ایک لفظ بھی روزانہ اگر آپ کے دماغ میں آئے گا تو سال بھر میں تین سو ساٹھ الفاظ آجائیں گے۔ یہ بہت بڑا علم ہے۔

علم کا اثاثہ آپ کے پاس اکٹھا ہو جائے گا۔ آپ دل سے یہ پڑھنا شروع کریں کہ میں نے آج سے قرآن پاک پڑھنا ہے اور سمجھ کر جیسا کہ حکم ہے ویسا پڑھنا ہے۔ ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ آپ کا ساتھ دے گا اور آپ کو اس سے بڑی رہنمائی ملے گی۔

☆ دوران ذکر موبائل کے غیر ضروری استعمال پر بات ہوئی تو فرمایا:

جس نے موبائل کو آنکھوں کے سامنے بٹھا دیا اسے پھر آنکھوں کے سامنے سے ہٹانے کو دل نہیں کرتا۔ ایسے چپک جاتے ہیں جیسے مقناطیس سے لوہا چپک جاتا ہے۔ کوشش کریں اپنے زیر اثر جو لوگ ہیں ان کو سمجھائیں۔ دیکھیں! ہم منع نہیں کرتے۔ اس کو Discourage زیادہ نہ کریں لیکن ایسا بھی نہیں کہ اللہ کو بھی بھول جائیں اور اللہ کی تعلیمات کو بھی بھول جائیں، ایسا مت کریں۔ ان کو ذرا ترجیح دیں۔ آپ کے زیر اثر جو لوگ ہیں انہیں سمجھائیں، وہ سمجھ جائیں گے۔ عام پبلک تک تو پہنچنا بڑا مشکل ہے۔ آپ اگر اس Age کے لوگوں کو جو اس سے متاثر ہیں دو تین کو اپنے ساتھ شامل کریں تو وہ آگے پھر اپنی Age کے لوگوں کو سمجھائیں گے۔ ایسے ہی ایک ایک اور دو دو کر کے ان شاء اللہ آتے جائیں گے۔ اس میں Collectively تو ہمارا ایسے سدھر جانا مشکل ہے، ہم خاصے آگے ایڈوانس نکل چکے ہیں۔ ایک ایک نیک روح کو اپنی طرف کھینچتے جائیں۔ اللہ کرے گا کسی دن اکٹھے ہو جاؤ گے۔

آپ ایسی Negative باتوں سے دور ہی رہیں۔ اگر کوئی بات ایسی آئے تو اس کا مقابلہ کریں۔ گھبرائیں نہیں، لیٹیں نہیں، پیچھے نہیں ہٹیں۔ اس کا مقابلہ کریں۔ ان شاء اللہ کامیابی آپ کو ہی ہو گی۔

☆ ہمارے ایک بھائی ہیں انہوں نے مجھے موبائل میں دکھایا۔انصاری صاحب کے ساتھ متصل قبر عبدالستار خان صاحبؒ کی بنائی ہے،اس کے ساتھ ان کی اہلیہ کی ہے،اس کے ساتھ شاہد کی ہے۔یار! آپ اندازہ لگائیں کہ یہ چار قبریں ساتھ ساتھ بنائی ہوئی ہیں۔ انصاری صاحبؒ کے ساتھ بنائی ہیں۔میں کیا کہوں؟ مجھے یہ دیکھ کر جتنا دکھ ہوا۔کم ازکم ایک Step نیچے ہی یہ قبریں بنا لیتے۔۔ان کو تو اکیلے رہنے دیتے۔وہ خود اکیلے تھے۔انہوں نے کبھی ڈنڈا تک ہاتھ میں نہیں پکڑا کہ میرے لئے اللہ بہت ہے۔عینک نہیں پہنی انہوں نے کہ میرے لئے اللہ بہت ہے۔میں نے کیا کرنا ہے عینکیں پہن کے،ڈنڈے لے کے۔ ان کے ساتھ ان قبروں کو شامل کیا ہے،مجھے یہ دیکھ کے بہت دکھ ہوا۔

☆ سلسلہ توحیدیہ میں تعویذات اور عملیات کے لئے آنے والوں کی بات ہوئی تو فرمایا: جو ہماری ایک آدھ کتاب بھی پڑھ لے اگر وہ آئے گا تو وہ ان چیزوں کی تلاش میں قطعاً نہیں ہوگا۔وہ جو آتے ہیں وہ کسی اور سے باتیں سن کے ایسے دیکھنے کے لئے آ جاتے ہیں،الــلـہ اللہ جہاں بھی ہو کچھ نہ کچھ اس کا اثر تو ہوتا ہی ہے۔اس اثر سے جب تک اثر لیتے ہیں وہ لیتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔انصاری صاحبؒ کی کتابیں پڑھیں تو وہاں پیر پرستی،قبر پرستی،عملیات اور ان چیزوں کا آپ کو وہاں سے کیا ملے گا؟ وہ تو کچھ بھی نہیں دیتے۔بہر حال اللہ تعالٰی ہم پر اپنا رحم فرمائے اور ہمیں شیطان سے اپنی پناہ میں رکھے۔ہمیں حلقے کی تعلیم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ مطالعہ قرآن پر بات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

قرآن پڑھنے کا طریقہ باباجیؒ نے خود ہمیں سکھایا ہے۔ پہلے اگر ہم ایسے نہیں پڑھتے تو اب ایسے پڑھنا شروع کر دیں۔قرآن پاک ایسے پڑھیں کہ اگر آپ نے ایک رکوع پڑھنا ہے تو اسے ایسے اونچی آواز سے پڑھیں اور دیکھیں کہ یہ قرآن کی آواز جو میں سن رہا ہوں یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنی آواز ہے اور میں اسے سن رہا ہوں۔بالکل معنی کی طرف یا تلفظ کی طرف یا کسی چیز کی طرف دھیان مت دیں۔بس صرف آواز سنیں کہ یہ آواز کیا ہے۔ یہ کہ بس یہ اللہ کی آواز ہے جو اپنا کلام خود پڑھ رہا ہے۔جب ایک رکوع آپ پڑھ لیں تو پھر آپ قرآن پاک کے ترجمے کو پڑھیں اور اپنے ساتھ اپنی ایک پرائیویٹ ڈائری اور پین رکھیں۔اس کو پھر آرام آرام سے ایک ایک دو دو لائن کر کے پڑھیں اور اس کو سمجھیں کہ یہ جو قرآن پاک جو اللہ نے مجھے اپنا کلام سنایا ہے وہ اصل میں کہتا کیا ہے؟ وہ آپ کو ترجمے سے پتا لگے گا۔آہستہ آہستہ پھر قرآن خود آپ سے بات کرنا شروع کرے گا کہ میں اللہ کا کلام ہوں اور آپ کو یہ باتیں سکھانے کے لئے آیا ہوں۔آپ کو خود اللہ تعالیٰ اور خود یہ قرآن سکھائے گا کہ مجھ پر عمل ایسے کریں۔یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔آپ کر کے دیکھیں سب بھائی ہیں۔ آپ قرآن کو آدھا گھنٹہ دیں،زیادہ نہیں۔اس میں آپ صرف یہ ایک رکوع پڑھیں زیادہ نہیں بس ان شاء اللہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے قرآن کا پڑھنا آپ کے لئے آسان کر دیا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۔

(سورۃ القمر 54: آیت 22)

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آپ پڑھنا چاہتے ہیں تو میں نے قرآن آپ کے لئے آسان

کردیا ہے۔آپ کوشش یہی کریں اس کو پڑھنے کی اللہ تعالیٰ آسان کرتا ہے۔کوشش یہی کریں تو اللہ آپ کو سکھا دے گا۔

دین کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے قرآن کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔اس کے بغیر آپ دین کو ہی سرے سے نہیں سمجھ سکتے۔یہ بڑی ضروری بات ہے۔جو بچے اس وقت اچھی Age میں ہیں ان کے لئے تو یہ سنہری موقع ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں کیونکہ جوں جوں عمر گزرتی جائے گی تو قرآن کی وہ آیت ہم پر سچ ہوتی جائے گی جیسے مجھ پر یہ ہے۔

وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ (سورۃ یٰسین 63: آیت 68)

قرآن کہتا ہے کہ جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی جا رہی ہے آپ ویسے چھوٹے ہوتے جا رہے ہیں۔آپ کو سمجھ نہیں آ رہی کہ اللہ آپ کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔وہ وقت آئے گا تو پھر آپ کچھ بھی نہیں سمجھ پائیں گے۔اس وقت کا فائدہ اٹھائیں اور قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں۔بس میری یہی آپ سے آخری بات ہے اس پر عمل کریں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو عامل قرآن کر دے اور آپ لوگ اس حلقے کو آگے لے کے چلیں۔

حلقے کے لئے دعا بھی کریں۔اپنے حلقے سے پیار کریں۔لوگ آتے جاتے رہتے ہیں ہمارا حلقہ قائم رہنے کے لئے بنا ہے۔اسے ان شاء اللہ اللہ میاں قائم رکھے گا اور اس کی تعلیمات پوری دنیا پر پھیلیں گی،آپ کے ذریعے سے پھیلیں گی۔آپ انصاریؒ کے اصحاب ہیں ان کے طفیل آپ کے ذریعے توحید یہ تعلیمات چہار دانگ عالم میں پھیلیں گی اور اللہ تعالیٰ اس حلقے کو بھی قائم رکھے گا اور اس کی تعلیمات کو بھی قائم رکھے گا۔سب لوگ اس میں اپنا دامے درمے سخنے جو کچھ آپ کے علم میں ہے،جو کچھ آپ کے ذہن میں ہے،جو کچھ آپ کے بس میں ہے اس کی ترقی کے لئے Invest کرتے رہیں۔پیچھے مت ہٹیں کہ یہ ہمارا حلقہ

ہےاس کے لئے میں نے یہ کرنا ہی کرنا ہے۔اس میں ضرور کوشش کرو۔اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ان شاء اللہ آپ اس بات میں کامیاب ہوں گے۔

☆ بات ہوئی کہ کسی بھی جماعت میں آنے والے لوگ اللہ کی طرف سے Mark ہوکر آتے ہیں۔کیا ہم بھی سب یہاں Mark ہوکر آئے ہیں؟اس پر فرمایا:

یہ بالکل صحیح بات ہے۔آپ اللہ کے Selected لوگ ہیں جو یہاں انصاری صاحبؒ کے حلقے میں شامل ہوئے ہیں۔اپنے آپ کو اس لیول پر رکھیں اور اس کے مطابق اپنی اصلاح کریں۔اپنی تیاری کریں۔آپ سے پتا نہیں اللہ نے کیا کام لینا ہے۔اگر غفلت میں رہیں گے تو ممکن ہے خسارے میں رہیں گے۔آپ سب بھائی جو ہیں آپ کو اللہ میاں نے Select کر کے یہاں بھیجا ہے۔یہ اللہ میاں کا اپنا حلقہ ہے،تو حید یہ حلقہ ہے۔اس میں شامل کیا ہے تو اس بات کو ذہن نشیں کرلیں کہ آپ کو اللہ میاں نے Select کیا ہے تو آپ سے کام لینا ہے اور اس کام کے لئے جو کچھ بھی آپ کے ذمے ہے وہ آپ کو کرنا پڑے گا۔وہ کریں تاکہ شرمندگی نہ ہو۔وہاں صاحب بہادر کے سامنے شرمندہ ہونا جو ہے جو وہاں شرمندہ ہوگا تو پھر ظاہر ہے اس کی کوئی اچھائی نہیں ہوگی۔سرکار کے سامنے شرمندگی ہوگئی تو دنیا کی زندگی بیکار۔یہ کس کام کی؟اس لئے اپنے آپ کو ان سارے حالات کے لئے تیار کر کے رکھیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمت دے،حوصلہ دے،اس تعلیم کو مزید سمجھنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آن لائن محفل مورخہ 28 اپریل 2024ء کی گفتگو سے اقتباسات)

محاسِن اور معائبِ اخلاق

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

تمام محاسن اور معائبِ اخلاق کا مفصل بیان تو ممکن نہیں، علاوہ ازیں بہت سی باتوں کا ذکر پہلے آ بھی چکا ہے، اس لیے یہاں صرف وہ معدودے چند باتیں لکھی جاتی ہیں جو اجتماعی حیثیت سے قوم کی تعمیر یا تخریب کا باعث ہوتی ہیں۔ لیکن ان محاسن و معائب کا بیان کرنے سے پہلے ہم ایک دفعہ پھر یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کی بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اُن کا اخلاق قرآنی معیار سے بہت ہی زیادہ گرا ہوا ہے اور جب تک وہ اخلاق میں معیاری ترقی نہ کریں، دُنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے مقابلہ میں ہرگز سر بلند نہیں ہو سکتے۔ محاسنِ اخلاق پر عمل کرنا ہی عین شرافت ہے۔ شرافت کا معیار اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ جو آدمی جتنا زیادہ متقی ہے یعنی جتنا زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اتنا ہی وہ شریف ہے۔ لیکن آج کل مسلمانوں نے شرافت کا معیار یورپ کی تقلید میں یہ قرار دے لیا ہے کہ جو جتنا زیادہ مالدار یا بڑا افسر ہے، اتنا ہی وہ شریف ہے۔ اس تخیل سے معاشرہ میں بڑی خرابیاں اور کمزوری پیدا ہو گئی ہے، اس نظریہ کو رَد کرنے کی ضرورت ہے۔

اب محاسن و معائبِ اخلاق کا حال سُنئے۔

احسان: یہ وہی چیز ہے جس کو آج کل کی متمدّن قومیں میوچل ہیلپ یعنی امداد باہمی کہتی ہیں قرآن میں جابجا احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جو کوئی تمہارے ساتھ احسان کرے تم بھی اس کے ساتھ احسان کرو، مطلب یہ ہے کہ احسان کا سلسلہ ہر وقت جاری رہے۔ احسان جماعت کی شیرازہ بندی اور اتحاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ احسان کے معنی

صرف نیکی کے ہیں اور نیکی یہ ہے کہ جس شخص سے بھی کی جائے اس کو کچھ فائدہ یا کم از کم راحت وخوشی حاصل ہو۔سوچنے کی بات ہے کہ جس جماعت کے سارے افراد ایک دوسرے کو ہر وقت آرام اور فائدہ پہنچانے کی کوشش میں لگے رہیں گے، اُس جماعت کے ہر فرد کو حصہ رسدی، کچھ نہ کچھ آرام اور فائدہ ضرور پہنچتا رہے گا۔اس طرح لوگوں کی بہت سی مشکلات میں آسانیاں پیدا ہو جائیں گی، زندگی خوشگوار بن جائے گی، تنگیاں کشادگی سے بدل جائیں گی، جینے میں لطف آنے لگے گا اور یہ دنیا جیتے جی جنت بن جائے گی، اس سے دماغ میں سکون ویکسوئی پیدا ہوگی، عمل کی قوت بڑھے گی، ہر کام خوش اسلوبی سے کیا جا سکے گا اور ہر قدم پر کامیابی قدم چومے گی۔لیکن بدنصیبی تو یہ ہے کہ آج کل احسان کو گالی سمجھا جاتا ہے۔چنانچہ زبان میں بہت سے محاورے بھی ایسے پیدا ہو گئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ احسان کوئی بہت ہی بری چیز ہے۔مثلاً ''میری جوتی اُس کا احسان اٹھاتی ہے''، ''میں تیرے باپ کا احسان مند نہیں ہوں''، ''کسی کا احسان اٹھانے سے تو مر جانا بہتر ہے'' حتیٰ کہ شاعر تک کہنے لگے ہیں کہ

ے احسان ناخدا کا اُٹھائے میری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

احسان کی بُرائی کا خیال اس لیے پیدا ہوا کہ احسان کرنے والے احسان کر کے جتانے اور طعنے دینے لگے، حالانکہ یہ نہایت ہی کمینہ پن کی بات ہے۔اس طرح تو محبت واُخوت کی بجائے نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور بجائے فائدے کے نقصان پہنچتا ہے۔اسی طرح جن لوگوں کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے اگر وہ اپنے محسنوں کے شکر گزار نہ ہوں اور احسان کے بدلے میں احسان نہ کریں تو وہ بھی سخت بُرائی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

احسان کرنے اور احسان اٹھانے والے دونوں کے دل میں محبت کا جذبہ کارفرما ہونا چاہئے ورنہ قوم میں اتفاق واتحاد کے بجائے نااتفاقی پیدا ہوگی اور فساد پھیلے گا۔ خوب سمجھ لو کہ جس قوم کے افراد صدق وخلوص سے ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے وہ قوم جانوروں سے بھی بدتر ہے، کسی حالت میں بھی تباہی سے نہیں بچ سکتی۔ یہاں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ نیکی صرف نیکی کے لیے کی جائے کسی معاوضے یا بدلے کے لیے نہ کی جائے ورنہ وہ دکانداری بن جائے گی اور بجائے فائدے کے نقصان پہنچائے گی۔ ہم نے ایک انگلش میگزین میں ایک کتے کا سچا واقعہ پڑھا، جس کو مالک نے سدھایا تھا۔ مالک روزانہ اس کے گلے میں ایک ٹوکری لٹکا دیتا۔ کتا یہ ٹوکری لے کر ایک بیکری میں جاتا اور وہاں سے کچھ رول لایا کرتا تھا، رول تعداد میں ہمیشہ پورے ہوتے تھے۔ ایک دن ایک رول کم نکلا اور اس کے بعد کئی دن تک ایک رول کم آتا رہا۔ آخر مالک نے بیکری والے سے دریافت کیا، اس نے کہا میں تو ہمیشہ پورے دیتا ہوں۔ اس پر ایک دن جب کتا رول لے کر واپس جا رہا تھا، مالک نے چھپ کر اس کا تعاقب کیا۔ کتا کچھ دُور جانے کے بعد ٹھہر گیا، گلے سے ٹوکری نکال کر سڑک کے کنارے رکھی اور ایک رول نکال کر منہ میں لیا اور بھاگا یہاں تک کہ ایک دیوار کے پیچھے غائب ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو منہ میں رول نہ تھا۔ کتے نے ٹوکری پھر گلے میں ڈالی اور گھر کی طرف چل دیا۔ جب وہ دُور چلا گیا تو مالک دیوار کے پیچھے گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کھنڈر میں ایک بہت ہی کمزور اور لاغر کتیا پڑی ہوئی ہے جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے۔ آس پاس سات نوزائیدہ پلّے پڑے ہوئے ہیں اور کتیا رول کھا رہی ہے۔ دیکھا آپ نے جانوروں میں بھی یہ احساس ہے کہ ضرورت کے وقت اپنے ہم جنسوں کی مدد کریں یا یوں کہیے کہ ترقی یافتہ قوموں کے کتے بھی ہم جنسوں کی مدد کرتے ہیں، لیکن زوال پذیر قوموں کے آدمی بھی ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔

دیانت: دیانت کے معنی بہت وسیع ہیں۔دیانت سے صرف یہ مراد نہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی چیز تمہارے پاس امانت رکھے تو اس کو بجنسہٖ واپس کردو۔ دیانت یہ ہے کہ جس چیز پر تمہارا حق نہیں اس کو چھوؤ تک نہیں اور کسی طرح مل جائے تو ہرگز اپنے استعمال میں نہ لاؤ۔دیانت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے توسّل سے کسی کو کوئی پیغام بھیجے تو اس طرح پہنچاؤ کہ الفاظ اور لہجہ بھی بالکل ایسا ہی رہے جو پیغام دینے والے کا تھا۔دیانت یہ بھی ہے تمام حقوق اللہ،حقوقِ نفسی اور حقوق العباد کوکماحقہٗ ادا کرو۔دیانت یہ بھی ہے کہ اپنے فرائضِ منصبی کو پوری طرح ادا کرو۔ جتنے وقت تک کام کرنے کی تنخواہ یا اجرت ملتی ہے اس وقت میں اپنا یا کسی اور کا کوئی کام نہ کرو۔کام بے دلی سے نہ کرو، خالی وقت نہ گزارو، بیگار نہ ٹالو بلکہ اس کام کو جس کی اُجرت ملتی ہے، پورے جوش، سرگرمی اور پوری قابلیت سے سرانجام دو۔بعض متمدّن ممالک میں دیانت داری کا یہ حال ہے کہ علی الصبح دودھ، انڈے، مکھن، اخبار اور دیگر اشیاء بیچنے والے یہ چیزیں خریداروں کے دروازوں پر رکھ جاتے ہیں، کوئی دوسرا ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔غریب لوگ کسی چھوٹی سی دکان یا کیبن میں کچھ سامانِ تجارت سجا کر ہر چیز پر اس کی قیمت لکھ دیتے ہیں اور خود دکان کو خالی چھوڑ کر دن بھر کسی کارخانے وغیرہ میں کام کرتے ہیں۔ضرورت مند خالی دکان پر آتے ہیں اور جو چیز لینی ہو اس کی قیمت کیش بکس میں ڈال کر چیز لے جاتے ہیں۔شام کو مالکِ دکان آکر روپیہ نکال لیتا ہے، مجال ہے کوئی شخص قیمت ڈالے بغیر کوئی چیز لے جائے۔بعض اپاہج لوگ ایک کُتا گاڑی بنا لیتے ہیں اور اس میں اخبارات یا ضروری چیزیں سگریٹ وغیرہ رکھ دیتے ہیں کُتا سدھایا ہوا ہوتا ہے وہ بازاروں اور محلوں میں گاڑی کو لیے پھرتا ہے۔لوگ ضروری چیزیں لے کر قیمت کیش بکس میں ڈال دیتے ہیں، جب سامان ختم ہوجاتا ہے تو کُتا گاڑی لے کر گھر واپس پہنچ جاتا ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ ہمارے مُلک میں ایسا کیا جائے تو کیا حال ہو۔پھر یہ دیکھئے کہ یہ دیانت داری

ان لوگوں میں سے ہے جن کو شرک و کافر کہہ کر آپ خوش ہو لیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ مسلمان ہوتے ہوئے آپ کی دیانت داری کا کیا حال ہے۔

ایثار: ایثار و سخاوت تقریباً ایک ہی چیز ہے لیکن خیرات اور ایثار میں فرق ہے، خیرات یہ ہے کہ تمہارے پاس اپنی ضروریات سے جو کچھ فاضل ہو اس میں سے ضرورت مندوں کو بھی دو۔ لیکن ایثار یہ ہے کہ جو چیز تم کو محبوب ہو اور جس کی تمہیں خود ضرورت ہو وہ چیز کسی دوسرے ضرورت مند کو دے دو، یعنی اپنی ضرورت پر دوسروں کی حاجت براری کو مقدم سمجھو۔ ایثار ایک بہت ہی بلند مرتبہ صفات میں سے ہے اور ایثار کرنے والا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی عزیز ہوتا ہے۔ قوم کی جہالت اور گراوٹ کی وجہ سے کئی صدیوں سے ایثار کے صحیح معنی بھی لوگوں کو معلوم نہیں رہے اور ایثار اگرچہ کیا بھی جاتا ہے لیکن بہت ہی غلط جگہ اور غلط طریقے سے۔ جب سے مسلمانوں میں بے عملی اور تن آسانی عام ہوئی ہے، بے شمار لوگوں نے یہ پیشہ اختیار کر لیا ہے کہ صاحبِ مقتدرت اصحاب کے گرد اکٹھے ہو کر ان کی خوشامد اور چاپلوسی کرتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً موقع دیکھ کر اپنی محتاجی اور افلاس کا حال مؤثر الفاظ میں بیان کر کے اُن کے جذبہ ایثار و سخاوت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس قسم کا ایثار قوم کو بجائے فائدے کے الٹا نقصان پہنچاتا ہے اور بے عمل مفت خوروں کی تعداد میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اِس لیے ایثار صرف مستحق آدمیوں کے ساتھ کرنا چاہیے۔ مفت خور خوشامدیوں اور حاشیہ نشینوں کی ہرگز ہرگز ہمت افزائی نہ کرنی چاہیے۔ سب سے بہتر طریقہ ایثار کا یہ ہے کہ ایثار صرف اس موقع پر کیا جائے جب کہ اس سے اجتماعی فائدہ پہنچتا ہو، مثلاً قوم کے دو بڑے آدمی کسی ایک چیز کے حصول کے لیے مقابلہ کر رہے ہوں اور اس سے قوم کی دو جماعتوں میں دشمنی اور تفرقہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ان میں سے ایک اپنے دعوے سے بخوشی دست کش ہو جائے تاکہ قوم میں پھوٹ نہ پڑنے پائے۔ قرنِ اوّل کے مسلمانوں میں یہ بات عام تھی، لیکن آج ہمارے

زعماء اس معاملے میں اپنے حریفوں کے ساتھ جس اخلاق کا ثبوت دیتے ہیں قارئین خود اچھی طرح جانتے ہیں ہم کو تو بیان کرتے ہوئے ندامت محسوس ہوتی ہے۔ مفید ایثار کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ فرض کیجئے کسی شہر میں ایک کالج یا سکول وغیرہ کھولنا ہے لیکن اُس کے لیے مکان نہیں ملتا۔ اب کسی رئیس کے پاس ایک عالی شان اور فراخ کوٹھی ہے جو اسے بے حد محبوب ہے اور وہ اسی میں رہنا پسند کرتا ہے لیکن باوجود ازیں یہ کوٹھی کالج یا سکول کے لیے دیدے تو یہ ایثار واقعی فائدہ مند ہے اور اللہ کی نظر میں مقبول۔ ہم نے ایسے نواب اور رئیس بچشمِ خود دیکھے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کی کسی چیز کی تعریف کر دے تو پھر وہ اس چیز کو اپنے قبضہ میں رکھنا معیوب اور خلافِ شان جانتے ہیں اور تعریف کرنے والے کو بخش دیتے ہیں۔ اُمراء کی اس عادت سے قوم میں بے انتہا بے عملی پیدا ہوتی ہے اور تن آسان مفت خورے ان کو بیوقوف بنا کر گلچھرے اُڑاتے ہیں۔

ایفائے عہد: قومی ترقی کے لیے ایفائے عہد بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنی اور صفاتِ حسنہ۔ قرآن میں آیا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدۃ ۱)

یعنی ''اے ایمان والو اپنے اقراروں کو پورا کرو۔''

اس سے بھی بڑھ کر بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل۔۳۴)

یعنی ''اپنے وعدے پورے کیا کرو قیامت میں اس کے متعلق باز پرس کی جائے گی''

لیکن یہاں اللہ اور قیامت پر ایمان ہی کسے ہے جو اس حکم کی پروا کرے۔ ایفائے عہد بڑی بڑی باتوں ہی میں نہیں چھوٹی اور معمولی باتوں میں بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ بعض اوقات وعدہ خلافی کے نتائج بہت ہی بُرے ہوتے ہیں اور جس شخص سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کو نہ صرف جسمانی اور روحانی اذیت بلکہ طرح طرح کا نقصان بھی پہنچتا ہے۔ کم از کم ایک واقعہ

ہم کو ایسا معلوم ہے جس میں ایک شخص نے محض اس لیے خودکشی کر لی تھی کہ اس کے ایک دوست نے جو روپیہ اس کو دینے کا وعدہ کیا تھا حسب وعدہ وقتِ موعود پر ادا نہیں کیا۔ جس قوم کے افراد میں وعدہ خلافی کی عادت عام ہو وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ وعدہ خلافی کرنے سے تو ہزار درجہ بہتر ہے کہ وعدہ کیا ہی نہ جائے۔ دوسری قومیں جن کو تم کافر و مشرک کہہ کر خوش ہو لیتے ہو ان کے معمولی افراد بھی ایفائے عہد میں اس قدر پکے ہوتے ہیں کہ ہماری قوم کے بڑے بڑے مدعیانِ تقویٰ، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور زعماء بھی نہیں ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاقِ حسنہ اور اعلیٰ کردارِ انسانی پیدا کرنے کے لیے سب سے پہلا سبق ہی یہ ہے کہ آدمی وعدے اور وقت کی پابندی کرے۔

اصلاح: اپنے افراد یا جماعت کی اصلاح کرنا سب سے بڑی نیکی اور ذمہ داری کا کام ہے۔ اس کام کے لیے بے انتہا قابلیت اور خود نیک ہونے کی ضرورت ہے، ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ۔۱۰۴)

یعنی "لازم ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے" لیکن ہماری بدنصیبی کہ یہ کام بھی ہر شخص نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے، خود کچھ جانتے نہیں نیک و بد کو پہچانتے نہیں لیکن جہاں کسی میں بزعم خود کوئی برائی دیکھی (خواہ وہ حقیقت میں برائی نہ ہو) لگے اس کو نصیحت کرنے۔ اس کے لیے نہ کوئی موقع و وقت دیکھتے ہیں نہ حالات و ماحول۔ راستہ چلتے بازار اور سڑکوں پر، بسوں میں، ٹریم کاروں میں، ریل گاڑیوں میں الغرض ہر جگہ ان ناصحانِ مشفق کی زبانیں آپ کو قینچی کی طرح چلتی نظر آئیں گی۔ پھر نصیحت کرنے کا طریقہ اس قدر بھونڈا اور مکروہ ہوتا ہے کہ جس کو

نصیحت کی جارہی ہے وہ نصیحت ماننے کی بجائے لڑنے جھگڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔اللہ نے حکم دیا ہے کہ نصیحت حکمت آمیز پیرائے اور خوشترین الفاظ میں کی جائے ،لیکن اس حکم کی مطلق پرواہ نہیں کی جاتی،اسی لیے جھگڑا اور فساد برپا ہوتا ہے۔آج کل تو لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر ان سے کہا جائے کہ تم میں فلاں نقص ہے تو وہ سر توڑنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے جب کسی کو نصیحت کرنی ہو تو اس کو ہرگز ہرگز بُرا نہ کہو بلکہ جو عیب اس میں ہے اس عیب کو بُرا کہو، مثلاً جو آدمی جھوٹا، شرابی یا زانی ہے، مناسب موقع و محل دیکھ کر اس کے سامنے جھوٹ، شراب اور زنا کی برائی اور نقصان ایسے مؤثر الفاظ میں بیان کرو کہ وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔لیکن اس طریقے کا اثر بھی صرف اُسی حالت میں ہوگا جب کہ وہ تمہارے حُسنِ اخلاق کا پہلے سے گرویدہ اور تمہاری بات ماننے کو تیار ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو نیکیوں کی دعوت دے اور بُرائیوں سے روکے، تو ظاہر ہے کہ یہ گروہ صرف علماء دین ہی کا ہو سکتا ہے۔لیکن بد قسمتی سے ہمارے ہاں صحیح معنوں میں ”علمائے دین“ اس قدر کم ہیں کہ انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ ہر شخص جو چند کتابیں حدیث و فقہ کی پڑھ کر اور کچھ بے سر و پا حکایتیں اور روایتیں یاد کر کے کسبِ معاش کی خاطر وعظ و نصیحت کا پیشہ اختیار کر لیتا ہے، عالمِ دین سمجھا جاتا ہے۔ایسے خود ساختہ اور پیشہ ور علماء بجائے فائدے کے سخت نقصان پہنچاتے اور بجائے اصلاح کے قوم میں فساد برپا کرتے ہیں۔انہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں“ قوم کے مختلف فرقوں میں عناد و منافرت پیدا کرنے کے ذمہ دار اسی قسم کے علماء ہیں۔رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اختلاف باعثِ رحمت ہوگا، کیوں؟ محض اس لیے کہ اگر اختلاف خلوص اور نیک نیتی پر مبنی ہو اور اس میں عناد و منافرت کے جذبات کام نہ کر رہے ہوں تو ایسے اختلاف پر بحث و تمحیص سے اجتہاد کی راہیں کھلتی ہیں، حق آشکارا اور دین کی خوبیاں اجاگر ہوتی ہیں

کون نہیں جانتا کہ ہمارے تمام فرقوں کے اختلافات اُصولی مطلق نہیں محض فروعی ہیں۔ اللہ، رسولؐ اور قرآن کو سب ہی سچا جانتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ایک فرقہ دوسرے پر لعن طعن نہ کرے، ان اختلافات پر صبر کرے اور ہر فرقہ کے فروعی عقائد کو ان کے نجی عقائد سمجھ کر درگزر کرے یا شرافت و اخلاق کے ساتھ بحث مباحثہ بھی کر لے تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن یہ پیشہ ور علماء اپنی جیبیں پُر کرنے کے لیے مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے اور ملّت کی عام تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔ ہماری رائے میں اس مصیبت کا واحد علاج یہ ہے کہ ہر اسلامی حکومت دو کام کرے، ایک تو یہ کہ تمام مذہبی مدارس کی نگرانی اپنے ذمے لے لے اور ان مدارس کے ہر فرقہ کے علماء سے ایسے نصاب مقرّر کرائے کہ طلباء اپنے فروعی اختلافات پر قائم رہتے ہوئے بھی باہمی منافرت سے باز رہنا سیکھیں۔ دوسرے یہ کہ کسی فرقے کے کسی عالم کو پبلک یا پرائیویٹ جلسوں میں اس وقت تک تقریر کرنے یا وعظ کہنے کی اجازت نہ ہو جب تک وہ گورنمنٹ سے اس مقصد کے لیے باقاعدہ لائسنس حاصل نہ کر لے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس طریقے کے نفاذ پر قیامت برپا ہو جائے گی، لیکن غل و شور مچانے والے وہی لوگ ہوں گے جو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے ملّت میں فرقہ وارانہ تعصب اور منافرت پیدا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن اتحادِ مِلّت کا مقصد اس قدر عظیم اور اہم ہے کہ اس بارے میں حکومتوں کو کسی کی بھی پروا نہ کرنی چاہئے اور پوری طاقت سے ملّی تباہی اور بربادی کے ان جراثیم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا کر دینا چاہئے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس اصلاح سے ہماری مراد صرف جماعتی اور اجتماعی اصلاح ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو بُرائیوں سے روک ہی نہیں سکتا اور نیکی کی دعوت دے ہی نہیں سکتا۔ بلاشبہ ہر مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو نیکی کی دعوت دے اور برائی سے روکے۔ لیکن یہ کام صرف ان آدمیوں کو کرنا چاہئے جو اس کے اہل ہوں اور نصیحت کا طریقہ جانتے ہوں، حکمت اور خوبی سے یہ کام انجام دے سکیں، فساد برپا نہ کریں۔

اہلِ کتاب سے مکالمہ

(قبلہ محمد صدیق ڈارؒ)

اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کو یہی ہدایت دی ہے کہ انسانوں کی دُنیوی اور اُخروی فلاح کے ضامن دین کی اشاعت اور انسانوں کو اللہ کی بندگی کی راہ پر لگانے کی عظیم خدمت، حکمت، دانائی اور دل پذیر نصیحتوں کے ذریعے انجام دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دعوتِ دین کا لائحہ عمل واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

☆اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ۔ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ o (نحل۔125)

''اے نبی آپ لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور پیاری پیاری نصیحت سے بلایئے اور نہایت اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ جو اس کے راستے سے بھٹک گیا ہو آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے بھی خوب واقف ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے دین کی حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہر قوم کی طرف اپنے پیغمبر بھیجے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے منتخب اور محبوب بندے تھے۔ ان پر جو کتابیں اُتاری گئیں وہ برحق تھیں۔ انہوں نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ، اُسکے فرشتوں، اسکی کتابوں، اس کے رسولوں اور حیاتِ آخرت پر ایمان لانا ان سب کی تعلیم کے بنیادی ارکان تھے۔ ان حقائق کو تسلیم کرنے والوں کو ہر دور میں مُسلم کہا گیا اور جنہوں نے کسی ایک بھی رُکن کا انکار کیا وہ کافر قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کی اُمت بھی ان تمام ارکان پر ایمان رکھتی اور اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں اور ان پر نازل کی گئی کتابوں کو برحق مانتی ہے۔ گذشتہ اُمتوں یعنی اہل کتاب کو

اِن ابدی حقائق پر ایمان لانے کی دعوت دینے کا اسلوب اللہ تعالٰی نے خود تعلیم فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی انسانوں سے بے پناہ محبت کرنے کی وجہ سے یہ پسند نہیں فرماتے کہ وہ راہِ راست سے بھٹک کر اپنی عاقبت برباد کرلیں۔ وہ چاہتا ہے کہ دین کی حقیقت جو کہ سراسر نصیحت اور خیر خواہی ہے تمام انسانوں تک خلوص، محبت اور دلسوزی کے جذبہ کے ساتھ ضرور پہنچائی جائے۔ اس کیلئے اللہ تعالٰی نے جو ہدایات دی ہیں وہ ہمیشہ پیش نظر رکھنی ہوں گی:۔

☆ ''اے اہل ایمان آپ کہہ دیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اُتری اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور انکی اولاد پر نازل ہوئے اُن پر اور جو کتابیں مُوسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ملیں ان سب پر ایمان لائے۔ ہم اِن پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی خدائے واحد کے فرمانبردار ہیں''۔ (بقرہ۔136)

☆ ''اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگرا یسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو۔ ہاں جو ان میں سے بے انصافی کریں ان سے کہہ دیں کہ جو کتاب ہم پر اُتری اور جو کتابیں تم پر اُتریں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں''۔

(عنکبوت۔46)

☆ ''اگر آپ سے جھگڑا کریں تو کہہ دیں کہ جو عمل تم کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔ جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ تم میں قیامت کے روز ان کا فیصلہ کردے گا''۔

(الحج۔68,69)

☆ ''آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو، سوا اس کے کہ ہم اللہ پر اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اس پر اور جو کتابیں پہلے نازل ہوئیں ان پر ایمان لائے ہیں۔ اور تم میں سے اکثر نافرمان ہیں''۔ (مائدۃ۔59)

☆ ''اے نبی آپ کہہ دیں کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے میں اُس پر ایمان رکھتا ہوں۔اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں انصاف کروں۔اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا۔ہم میں اور تم میں کچھ بحث و تکرار نہیں۔اللہ ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔ (شوریٰ۔15)

☆ ''اے اہل ایمان جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو بُرا نہ کہنا۔کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے برا نہ کہہ بیٹھیں۔اسی طرح ہم نے ہر اُمت کے اعمال اُن کی نظروں میں اچھے کر دکھائے ہیں۔پھر ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب وہ اُن کو بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے''۔ (انعام۔108)

☆ ''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اُن کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا۔اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے'' (ممتحنہ۔8)

☆ ''آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں تسلیم شدہ ہے اس کی طرف آ جاؤ۔وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں۔اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا کارساز نہ بنائے۔اگر وہ یہ بات بھی نہ مانیں تو اُن سے کہہ دیں کہ تم گواہ رہو کہ ہم اسی کے (لئے مُسلمون یعنی) تابع فرمان ہیں۔

(آل عمران۔64)

گذشتہ تمام انبیاء محدود لوگوں کی طرف اور محدود وقت کے لئے تشریف لائے اور اپنے فرائض منصبی احسن طریقے سے ادا کر گئے۔ان کی طرف نازل کی جانے والی ساری کتابوں میں ایک ایسے عظیم المرتبت رسول کی بشارت دی گئی تھی جو سب سے آخر میں آئے گا۔روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان اس کی اُمت ہوں گے اور قیامت تک اس کی نبوت کا دور رہو گا۔چنانچہ اللہ

نے نبی آخر الزماں ﷺ کے ذریعے بنی نوع انسان پر اپنی نعمتوں کا اِتمام فرماتے ہوئے آئینِ حیات کو اس طرح مکمل کر دیا کہ اب کسی نئے نبی، نئی کتاب اور نئی اُمت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ آئین رنگ و نسل اور جغرافیائی اور لسانی زنجیروں سے نجات دلا کر انسانی بنیادوں پر عالمگیر محبت اور اکرام انسانیت کی دعوت دیتا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں!

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود

اِسلام کا مقصود فقط ملت آدم

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب میں تمام انسانوں کیلئے دعوتِ ایمان اور فلاحِ دارین کے حصول کا پیام ہے۔ اس میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اہل یہود کا آیا ہے بلکہ بنی اسرائیل کے عنوان سے ایک پوری سورت موجود ہے۔ اس لئے اہل اسلام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام کو اللہ کا پیام پڑھنے اور سمجھنے کے مواقع فراہم کریں تاکہ انسانیت کے اُتارے گئے اللہ کے دین کو پوری انسانیت پر غلبہ حاصل ہو جائے اور یہ زمین توحید کے نُور سے معمور ہو جائے۔ اہل ایمان یقین رکھیں کہ ایسا ہو کر رہے گا کیونکہ انجام لکھا جا چکا ہے۔

☆ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۝

''اللہ نے یہ لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آ کر رہیں گے۔ بے شک اللہ زورآور اور زبردست ہے''۔ (مجادلۃ۔ 20)

اب میں سلسلہ توحیدیہ کی تنظیم کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارا یہ سلسلہ کوئی سیاسی یا معاشرتی جماعت نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک خاص صوفیوں کی جماعت ہے۔ یہ سلسلہ صرف لوگوں کے اخلاق کی اصلاح روحانی طریقوں سے کرنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ روحانی سلسلوں میں جب تک اپنے شیخ یعنی مرشد کی کامل اطاعت نہ کی جائے تصوف کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو لوگ واقعی ترقی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اپنے مرشد کی ہدایات پر پوری

دلجمعی کے ساتھ عمل کریں۔اس کے علاوہ بزرگوں کی صحبت کے بارے میں ایک نازک سا نکتہ یہ ہے کہ روحانی فیض صرف اور صرف محبت کے تاروں کے ذریعے منتقل ہوتا ہے۔اس لئے کسی بزرگ سے فیض حاصل کرنے کیلئے ان کے ساتھ صرف عقیدت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اس میں محبت کی چاشنی کا شامل ہونا بھی بہت ضروری ہوتا ہے۔اسی طرح جس آدمی کی اصلاح کرنا مقصود ہو جب تک اس کیلئے پوری دلسوزی کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ آپ کے اندر کارفرما نہیں ہوگا اصلاح کا کام بارآور نہیں ہو سکے گا۔اس لئے آپ سب بھائیوں کو محبت کے جذبہ کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہیے کیونکہ دل محبت ہی سے فتح کیے جاتے ہیں۔اس اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھیں کہ گناہ سے تو نفرت ہونی چاہیے لیکن گنہگار سے ہرگز نہیں۔اس پر تو آپ کو رحم آنا چاہئے کہ بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا گیا یہ انسان ناسمجھی، کج فہمی اور غفلت کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کی طرف چلا جا رہا ہے اور اسے اس دردناک انجام سے بچانے کیلئے اپنی ساری ہمت صرف کردینی چاہئے۔اگر ہم یہ کام محض اللہ کی رضا کی خاطر سرانجام دیں اور اس میں ذاتی بزرگی کا خیال اور نام ونمود کی خواہش کی کوئی آمیزش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت یقیناً ہمارے ساتھ ہوگی ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی بندہ اللہ کا کام کررہا ہو اور اللہ اس کی مدد نہ کرے۔آپ قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کے احکام کے مطابق نماز اور کثرت ذکر سے دلوں میں روحانی قوت پیدا کریں اور محبت وصداقت اور خدمت انسانیت کے عظیم مقصد کا علم تھام کر پوری دلجمعی کے ساتھ اصلاح کا کام شروع کردیں تاکہ چراغ سے چراغ جلتے چلے جائیں اور محبت کا فیض عام ہو جائے پاکستان اور کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسان اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کی رحمت کے سایہ میں آکر فلاح دارین حاصل کرسکیں۔اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو، ہماری راہنمائی فرمائے، ہر مشکل آسان فرمائے،اس عظیم کام کیلئے مطلوبہ ذرائع اور روحانی قوت عطا فرمائے اور لوگوں کے دلوں کو دین حق کی طرف رجوع کرنے کی توفیق سے نوازے۔آمین **یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ!**

دنیا میں جنت

(حافظ ابن القیم)

شیخ الاسلام (ابن تیمیہؒ) فرمایا کرتے تھے"دنیا میں بھی جنت ہے اور جو شخص دنیوی جنت میں داخل نہ ہوا تو وہ اخروی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا"۔

شیخ الاسلام کا مقولہ آپ کی اسیری اور مختصر حالات: ایک دفعہ مجھے (ابن قیمؒ کو) فرمایا: دشمن میرا کیا بگاڑ لیں گے، میری جنت تو میرے سینے میں ہے جہاں جاؤں وہ میرے ساتھ ہوتی ہے کبھی مجھ سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ قید و حبس میری خلوت، قتل میرے لیے شہادت اور جلاوطنی میری سیر و سیاحت ہے"۔

قلعہ کے اندر قید میں فرمایا کرتے: "اس نعمت (قید و بند) کے شکرانہ میں یہ قلعہ سونے سے بھر کر خرچ کر دینا بھی میرے نزدیک کم ہے اور میں اس نعمت کے عوض اس قدر سونا نثار کرنے کو بالکل حقیر رقم تصور کرتا ہوں"۔ یا یوں فرمایا: "دشمنوں نے مجھے قید و بند میں ڈال کر مجھ پر جو احسان کیا ہے اور جو میرے لیے خیر و بھلائی کے اسباب مہیا کر دیئے ہیں، میں ان کا عوض ادا کرنے سے قاصر ہوں"۔

ایام حبس میں سجدہ کے اندر کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے کہ:

ترجمہ: اے میرے اللہ اپنے ذکر و شکر اور حسن عبادت پر میری اعانت و دستگیری فرمائیے"۔

ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے: "محبوس وہ نہیں جو قید ہو جائے بلکہ محبوس وہ ہے جس کا دل اپنے رب سے رک جائے بلکہ اسیر وہ ہے جو خواہشات کا اسیر ہو جائے"۔

گرفتار ہو کر جب قلعہ میں داخل ہوئے اور قلعہ کی دیوار کے اندر چلے گئے تو قلعہ کو

دیکھ کرفرمانے لگے(اور کیامزے کی کہی)۔

ترجمہ:''ان کے درمیان دیوار کھینچ دی گئی جس کا ایک دروازہ ہے اس کے اندرونی جانب رحمت اور باہر کی طرف عذاب ومصیبت ہے''۔

اور اللہ ہی جانتا ہے کہ آج تک مجھے ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جو بحالت قید مجھے ان سے زیادہ طیب عیش اور خوش باش گزر اوقات کرتا نظر آیا ہو حالانکہ وہ قید (جیل) میں ازحد ضیق العیش اور تنگی سے دن بسر کررہے ہیں۔جہاں آرام وآسائش ونعمت ورفاہیت کا نام تک نہیں تھا بلکہ ان کی اضداد کا دور دورہ تھا۔آپ جیل کے اندر ٹھونسے ہوئے تھے اور اس قدر انتہائی تہدید وبدتمیزی کا سلوک کیا جاتا تھا کہ بدن کانپ اٹھتا اُس کے باوجود تمام لوگوں سے زیادہ طیب العیش،سب سے زیادہ منشرح الصدر،سب سے زیادہ مضبوط دل اور تمام لوگوں سے اس قدر زیادہ خوش دل نظر آتے کہ نعمت زندگی کی تازگی اور رونق کے آثار ان کے چہرہ پر نمایاں دکھائی دیتے۔علیٰ ہذاالقیاس جب خطرات ووحشت کی گھٹائیں ہم پر چھا جاتیں اور چاروں طرف سے ہم خطرناک حالات میں گھر کردل چھوڑ بیٹھتے اور طرح طرح کی بدگمانیوں کا ہمارے دل میں تانتا بندھ جاتا اور اس قدر وسعت وکشادگی کے باوجود جب زمین بھی ہم پر تنگ ہو جاتی تو جونہی ہم گھبرا کر آپ کے پاس آتے،آپ کو دیکھتے اور آپ کا کلام سنتے تو ہماری تمام وحشتیں کافور ہو جاتیں،تمام بدگمانیاں رفع ہو جاتیں اور بالکل ہماری کایا پلٹ جاتی۔تنگی کشادگی سے کمزوری طاقت سے گمان یقین سے اور گھبراہٹ طمانیت سے بدل جاتی

قربان جاؤں مولائے کریم پر جس نے اپنے بندوں کو دنیا میں ہی جنت دکھا دی اور دنیا دارالعمل میں ہی ان کے لیے بہشت کے بہشتی دروازے کھول دیئے جہاں سے خوشبودار ہوائیں اس کے دل ودماغ کو معطر کررہی ہیں نسیم جنت کے جھونکے آرہے ہیں اور قسم قسم اور

طرح طرح کی ہواؤں سے ان کے دل و دماغ خوش ہو رہے ہیں اور طلب جنت کے لیے مشتاق اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصول جنت کے لیے کوشاں ہیں۔

چار بزرگوں کے اقوال: ایک عارف بزرگ فرمایا کرتے تھے۔''اگر بادشاہوں اور شاہزادوں کو ہماری حالت کا صحیح علم ہو جائے تو وہ تلواروں سے لڑ کر بھی وہ حالت ہم سے چھیننے کے لیے تیار ہو جائیں''۔دوسرے بزرگ ارشاد فرماتے ہیں:

''بے چارے دنیا کے مسکین دنیا بھی چھوڑ گئے اور دنیا کی بہترین چیز کی لذت اور ذائقہ سے بہرہ اندوز بھی نہ ہو سکے''۔

کسی نے دریافت کیا وہ بہترین چیز کیا ہے؟ فرمایا''اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت اور ذکر الٰہی''۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''بسا اوقات دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ دل خوشی کے مارے رقص کرنے لگ جاتا ہے''۔ایک دیگر بزرگ کا قول ہے:

''مجھ پر ایسا وقت آتا ہے جس میں مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اہل جنت اگر ایسی حالت میں ہوں تو یقیناً بہترین عیش و زندگی میں ہونگے''۔

دنیا میں جنت کیسے؟ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی محبت ۔خدا تعالیٰ کی معرفت، ذکر الٰہی میں ہمیشہ رطب اللسان رہنا' اللہ کا نام جپنے سے بدن کو تسکین و آرام ہونا' اللہ عزوجل کی ذات اقدس سے دل مضطرب کا مطمئن ہو جانا' صرف اللہ وحدہٗ لاشریک سے ڈرنا صرف اسی سے امید رکھنا محض اسی سے محبت رکھنا' اسی پر توکل کرنا اور جملہ معاملات میں محض اللہ جل شانہ سے اس قدر تعلق رکھنا کہ انسان کے تمام غم و فکر اور جملہ عزائم و ارادات پر صرف رب جبار کی ذات اقدس ہی مستولی و غالب ہو۔

یہی دنیا کی جنت ہے اور یہی وہ نعمت الٰہی ہے جس کا کوئی نعمت مقابلہ نہیں کر سکتی۔

یہی عاشقانِ الٰہی کی خنکیٔ چشم اور عارفوں کی جان ہے۔اوریاد رکھئے !جس قدر اللہ کی یاد اور تعلق الٰہی سے انسان کوسرور حاصل ہوگااس قدر اللہ کی مخلوق اس سے محبت کرے گی اور جوشخص محبت الٰہی سے لطف اندوز نہ ہو دنیوی زندگی بھی اس کے لیے دوبھر اور باعث ندامت ہوگی اور اس کی تصدیق وہی شخص کرسکتا ہے جس میں قدرے احساس وحیات موجود ہو۔

رہا مردہ دل انسان،تو جو اس کے پاس ہے وہ آپ کے لیے وحشت کا باعث ہوگی اس لیے حتی الامکان مردہ دل انسان سے دور رہنے کی عادت ڈالئے کیونکہ اس کا دور رہنا ہی آپ کے لیے مفید ہوسکتا ہے اور اس کا قرب آپ کے لیے موجب وحشت ہوگا۔لہٰذا کسی موقعہ پر اللہ نہ کرے اگر آپ کو اس سے واسطہ پڑ جائے تو ظاہری تعلق رکھئے مگر اندرونی طور پر اس سے بالکل دور رہیے اور دل کا ادنیٰ سا تعلق بھی اس سے نہیں ہونا چاہیے۔اندرونی طور پر اس سے دور رہیے اور جو چیز اولیٰ تر ہے، اس سے اعراض وتغافل نہیں چاہیے اور دل کے کانوں سے سن لیجیے کہ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ آپ ایسے شخص کے دھیان میں رہیں جس کی مشغولیت تعلق باللہ کے انقطاع کا موجب ہو اپنے خالق سے رابطہ ٹوٹ جائے۔ ضیاع وقت پریشانی قلب،ضعف عزیمت اور پراگندہ خیالی حاصل ہو اور اللہ نہ کرے ایسے شخص سے پالا پڑ ہی جائے تو کوشش کیجیے کہ اس سے تعلق احکام الٰہی کے تحت رہے اور وہ تعلق ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہو اور اس کے ساتھ صحبت رکھنا فائدہ مند تجارت ثابت ہو۔اس کی مثال یوں سمجھئے کہ راہ چلتے سفر میں کوئی شخص آپ کو ملے اور آپ کو روک کر کھڑا ہو جائے تو آپ کی یہی کوشش ہونی چاہئے کہ آپ اس کو ساتھ لے کر چلتے جائیں اگر چہ نتیجہ آپ کو کچھ تکلیف بھی برداشت کرنی ہوگی۔

لیکن اگر اس کی نیت سفر کی نہ ہوتو اس کے پاس ٹھہر کر قافلے کے رکنے کا باعث مت بنئے اوراس کو چھوڑ دیجیے اور چلتے بنئے۔اگر وہ ضد ہی کرے اور نہ ہی سفر کی اس کی نیت ہوتو وہاں اپنی سواری مت ٹھہرائیے۔کیونکہ وہ رفیق سفر نہیں بننا چاہتا بلکہ وہ ڈاکو ہے،خواہ کوئی ہو۔شام ہونے سے پہلے منزل مقصود تک پہنچنے کی ٹھان کر بھاگم بھاگ دوڑیے اور اپنے ٹھکانے پہنچئے تاکہ راستہ میں نہ لٹ جائیں۔

(۳۵)سویا ہوا بیدار مغز ذاکر غافل تہجد گزار سے بہتر ہے: ذکر انسان کو ہر وقت (روحانی) سیر کراتا ہے حالانکہ کبھی وہ بستر خواب پر لیٹا ہوتا ہے،کبھی کوچہ و بازار میں پھر رہا ہوتا ہے،کبھی تندرست کبھی بیمار،کبھی نعمتوں میں اور کبھی لذتوں میں ہر حالت میں اسے روحانی سیر کراتا رہتا ہے،یہاں تک کہ کوئی وقت اور حالت (روحانی) سیر سے خالی نہیں گزرتی کیونکہ وہ بستر پر سوئے ہوئے غافل تہجد گزار سے کہیں آگے نکل جاتا ہے،صبح دیکھو تو ذاکر بستر خواب پر لیٹے لیٹے منزل طے کر چکا اور قافلہ سے آگے نکل گیا ہوتا ہے،لیکن غفلت سے تہجد گزارنے والا شخص بے چارہ جہاں سے چلا تھا وہیں کھڑا نظر آتا ہے،اور وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت فرمادیتا ہے

ایک عابد کے متعلق حکایت ہے کہ وہ اپنے دوست کے ہاں جا کر مہمان ٹھہرے، اور تہجد پڑھتے پڑھتے تمام رات گزاری مگر میزبان بستر پر لیٹے لیٹے صبح اٹھا۔عابد صاحب فرمانے لگے،میاں!تیرے سوتے سوتے قافلہ تو دور نکل گیا،میزبان نے کہا اس کی بہادری کیا جو قافلہ کے ساتھ سفر میں ہی رات گذارے اور صبح اٹھ کر قافلہ کے ساتھ ہی چل کھڑا ہو، جوانمرد تو وہ ہے جو رات بستر پر گزارے اور لیٹے لیٹے صبح کو قافلے سے بھی آگے نکل جائے۔

اس حکایت کے دونوں محمل ہوسکتے ہیں محمل صحیح بھی اور محمل فاسد بھی۔اگر یہ محمل قرار دیا جائے کہ انسان بستر پر لیٹے لیٹے سو کر پڑا کے بھی مارتا ہے اور قانت قائم اللیل و

تہجد گزار سے بھی ثواب میں بڑھ جائے تو یہ قطعاً غلط اور باطل ہے۔اس کا محمل تو یہ ہے کہ بستر پر لیٹنے والے کے دل کا کنکشن اللہ سے جڑ چکا ہو اور اس کا دل اپنے پروردگار کے ساتھ معلق ہو اور محبت الٰہی کے ولولہ و جوش نے اس کے دل کو فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا ہو اور اس کی یہ حالت ہو چکی ہو کہ وہ قدسیوں کے مقدس جمگھٹوں میں عرش الٰہی کا طواف کرتے کرتے اس طرح رات بسر کر دیا کرتا ہو گویا وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہے۔لیکن سردی یا درد یا تکلیف کے عارضہ سے کسی رات وہ قیام اللیل نہ کر سکے، یا دشمن کے تعاقب میں تہجد نہ پڑھ سکے یا خود اس کے پیچھے پیچھے دشمن آرہا ہو اور وہ جان کے خطرہ سے بے چارہ چھپتے چھپتے تہجد نہ ادا کر سکے یا دیگر کسی عذر کی بنا پر اس سے قیام اللیل رہ گیا ہو مگر بستر پر لیٹ کر بھی وہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت جوش و خروش کا اس قدر جذبہ رکھتا ہو جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے تو وہ اس شخص سے ہزار درجہ بہتر ہے جو رات کو تہجد گذارتے تو صبح کر دے مگر اس کے دل کا ایک ایک گوشہ ریا، غرور، تکبر، طلب جاہ اور عزت طلبی کی غلاظت و گندگی سے لبریز ہو چکا ہو یا خود کہیں اور اس کا دل کہیں ہو تو ایسا شخص یقیناً بستر پر لیٹے لیٹے بھی تہجد گزار سے بے شمار مراحل آگے نکل جاتا ہے۔کیونکہ عمل کا تعلق بدن سے نہیں دل سے ہوتا ہے تمام تر دارومدار نیت پر ہے کہ اصل چیز جڑ ہے پتے نہیں۔ کیونکہ ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو خوابیدہ عزائم کے لئے ہیجان خیز ہے۔خاموش و مخفی خواہشات کو بھڑکا دیتی ہے۔اور مردہ جذبات طلب میں نئی روح پھونک دینے والی چیز ہے۔

(۳۶) ذکر الٰہی سے دل میں زندگی دنیا و آخرت اور محشر و برزخ میں نور:

ذکر ہی ایسی چیز ہے جو ذاکر کے لیے دنیا میں بھی نور، قبر میں بھی نور اور آخرت کو بھی نور کا موجب ہو گا اور پل صراط پر اس کے آگے آگے چلتا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ دلوں میں نور اور قبروں میں روشنی پیدا کرنے کے لیے ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ”بتلائیے! جو شخص جہالت کی موت مر چکا تھا ہم نے اسے علم کی روح عنایت فرما کر زندہ کر دیا اور اسے نورِ شریعت عطا فرمایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا وہ اس شخص کی مانند ہے جو ایسے اندھیروں میں گھر چکا ہو جہاں سے نکلنے کی امید بھی نہیں“۔ یہاں صاحب نور سے وہ مومن مراد ہے جو ایمان باللہ، اللہ کی محبت، اللہ کی معرفت اور ذکر الٰہی سے منور ہو چکا ہو اور صاحب **ظلمات** سے وہ شخص مراد ہے جو اللہ سے غافل ہو چکا ہو، اللہ کی یاد اور محبت الٰہی سے منہ موڑ چکا ہو اور یہ کوئی معمولی بات نہیں، انسان کو اگر یہ نور حاصل ہو جائے تو اس میں ہر قسم کی فلاح و نجات موجود اور اگر حاصل نہ ہو تو ہر شقاوت و بدبختی اس میں مرکوز ہے۔

نبی کریم ﷺ کی دعائے نور: یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ جب عزوجل سے یہ درخواست کرتے تو بے حد مبالغہ کرتے کہ الٰہا! میرے گوشت پوست، چمڑے، ہڈیوں، پٹھوں، بالوں، کان، آنکھ اوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر جانب اور ہر عضو میں نور داخل کر دے حتیٰ کہ فرمایا کرتے کہ الٰہا مجھے نور ہی کر دیجیے۔

گویا نبی مکرم ﷺ کی اپنے پروردگار سے یہ درخواست کہ اے اللہ عزوجل میرے جسم کے ہر ہر ذرات ظاہری و باطنی میں نور ہی نور بھر دے اور تمام جہات و اطراف سے مجھے نور میں ڈھانپ دے اور میرے پورے جسم کو مجسم نور کر دے۔

تو اللہ تعالیٰ کا دین بھی نور، اس کی کتاب بھی نور، اس کا رسول بھی نور، اپنے بندوں کے لیے، اس کا تیار کردہ گھر جنت بھی نور ہے، جو لٹ لٹ چمک رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود (**نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**) یعنی زمین و آسمان کا نور، اور اس کا نام بھی نور اور ظلمات

بھی اس کے چہرہ کے نور سے قیامت کو چمک اٹھیں گے اور جگمگا اٹھیں گے۔اور رسول کریم ﷺ کی یوم طائف کی دعا میں بھی ہے کہ: ترجمہ: ''میں تیرے غصہ و غضب کے نزول سے تیرے چہرہ اقدس کے نور کی پناہ لیتا ہوں جس کے سامنے تمام تاریکیاں روشنی سے بدل جاتی ہیں اور جس کے باعث دنیا و آخرت کے معاملات درست ہو جاتے ہیں گناہ سے ہٹنے کی اور نیکی کرنے کی توفیق تیری امداد سے موقوف ہے۔''

اور عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ تمہارے پروردگار کے ہاں نہ رات ہے نہ دن (بلکہ) سب آسمان ذات باری کے چہرۂ اقدس کے نور سے فروزاں ہیں۔اس اثر کے بعض الفاظ یوں بھی آئے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کی روشنی (ورونق) ذات باری تعالیٰ کے چہرۂ اقدس کے نور کے باعث ہی ہے۔اسے عثمان دارمی نے ذکر کیا۔قرآن کریم میں بھی باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ترجمہ:''اور نور الٰہی سے زمین جگمگا اٹھے گی''۔(سورۂ زمر، آیت ٦٩)

معلوم ہوا کہ قیامت کے روز جب مخلوقات کے فیصلہ کے لیے عزوجل کی تشریف آوری ہو گی تو زمین شمس و قمر کے نور سے نہیں بلکہ نور الٰہی کی ضیا پاشی سے روشن ہو گی کیونکہ قیامت کو چاند سورج تو بے نور ہو چکے ہوں گے اور ان کی روشنی سلب ہو چکی ہو گی، رہا حجاب الٰہی تو وہ سراسر نور ہی نور ہے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ میں پانچ چیزیں ارشاد فرمائیں، فرمایا:

ترجمہ:''اللہ عزوجل سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے، رزق وغیرہ کے ترازو کو وہ اونچا نیچا کرتا ہے اور اسی کی طرف رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے چڑھتے رہتے ہیں اور وہ نور کا حجاب کیے ہوئے ہے اگر اسے اٹھا دے تو اس کے چہرہ اقدس

کے جلال وعظمت کا نورنظر پہنچنے تک تمام چیزوں کو خاکستر کر کے رکھ دے، پھر استشہاد کے لیے آیت تلاوت فرمائی (بُوْرِکَ الخ)یعنی وہ بابرکت ہے وہ جو آگ میں ہےاور جو اس کے اردگرد ہیں"۔ (سورہ نمل، آیت ۸)

معلوم ہوا کہ یہ حجاب بھی رب قدوس کے چہرہ اقدس کے نور سے مستنیر ہوگا اور مگر وہ حجاب نہ ہوتو چہرہ الٰہی کے انوار تمام دنیا کو جلا کر راکھ کر ڈالیں اور نورالٰہیہ گز دوگز دور نہیں بلکہ وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں تک باری تعالیٰ و تقدس کی نظر پہنچتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل تبارک وتعالیٰ نے جب (عرش معلی سے) کوہ طور پر تجلی فرمائی اور تھوڑا سا حجاب اٹھایا تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین میں دھنس گیا اور کوہ طور پر ایک سیکنڈ کے لیے بھی رب ذوالجلال وجبروت کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔

تفسیر لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ ازابن عباسؓ: مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے جوانہوں نے ارشاد الٰہی "**لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ**" آنکھیں ذات الٰہی کا ادراک نہیں کرسکتیں، کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ یہ رب ذوالجلال کی عظمت وجلال اور شان وشوکت اور رعب ودبدبہ ہے کہ وہ تجلی فرمائے تو اس کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہ سکے،تو آنکھ بے چاری کو کیا تاب وطاقت؟ کہ ذات الٰہی کا ادراک تک بھی کر سکے اور یہ آپ ﷺ کی باریک بینی، وسعت نظری اور بدیع فہمی کی زندہ اور بین دلیل ہے اور ہو بھی کیوں نہ؟ جب کہ ان کے لیے اللہ کے رسول ﷺ دست بدعا ہوں کہ "الٰہا! ابن عباسؓ کو قرآن کا بہت بڑا ماہر کر دیجیے"۔

غرضیکہ باری تعالیٰ قیامت کو انہیں آنکھوں سے نظر آئیں گے مگر آنکھوں کے لیے ذاتِ الٰہی کا ادراک کرنا محال بلکہ ناممکن ہے، اگرچہ اس کی رویت ممکن چیز ہے۔بہرصورت

ادراک رویت سے ماوراایک دیگر چیز ہے، دیکھئے سورج جس سے ہم اللہ عزوجل کو تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ **لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى** (اللہ تعالٰی کے لیے اعلیٰ مثالیں ہیں مگر غور کیجیے! ہم اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کی اصل حالت بلکہ اس حالت سے قریب ترین حالات تک کے ادراک سے قاصر ہیں۔ اسی لیے ابن عباسؓ سے جب کسی نے اللہ عزوجل کی رؤیت کے متعلق سوال کرتے ہوئے اعتراض کیا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں **"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ"** (اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا) تو ابن عباسؓ کیا ہی خوب جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: "تجھے آسمان نظر آتا ہے؟ کہا ہاں! فرمایا اس کی حقیقت کا ادراک بھی تجھے ہوتا ہے؟ کہا نہیں! تو فرمایا کہ بس اللہ تعالٰی بھی اسی طرح نظر آئے گا مگر اس کی کنہ وحقیقت کا ادراک نہیں ہوگا"۔

وَاللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر: اور اللہ ذوالجلال اپنے بندوں کے نور قلب کی ایک تمثیل پیش کرتے ہیں جسے عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں ارشاد ہے:

ترجمہ: "اللہ عزوجل آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال طاقچے کی ہے جس میں چراغ ہو جو شیشے کی قندیل میں رکھا ہو، شیشہ اس قدر صاف وشفاف ہو گویا وہ چمکتا ستارہ ہے اور وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت سے جو نہ شرقی جانب سے نہ غربی جانب سے روشن کیا جاتا ہے، جس کا تیل آگ لگائے بغیر ہی چمک اٹھتا ہو، **نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ** عزوجل جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب راہنمائی فرماتا ہے۔ اور لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ عزوجل ہر شے سے واقف ہے"۔ ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ یہ اس نور کی مثال ہے جو ایک مسلم کے دل میں مرکوز ہوتا ہے۔

قلب مومن اور نور ایمانی: اور یہی وہ نور ہے جو اللہ عزوجل ایک مسلم کے دل میں

معرفت الٰہی، محبت الٰہی، ایمان باللہ اور ذکر الٰہی کا نور ودیعت فرماتے ہیں یہی وہ نور ہے جسے اللہ عزوجل (کمال مہربانی سے) اسے بندوں پر نازل فرماتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان میں نئی روح اور ایک نئی زندگی پیدا کر دیتے ہیں جس نور کو وہ اپنے اندر سمائے لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ وہ ان کے دل کی گہرائیوں میں جڑ جمائے قائم و راسخ ہوتا ہے پھر (رفتہ رفتہ) اس کا مادۂ قوت پذیر ہوتا رہتا ہے اور بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ ان کے چہروں سے ان کے اعضاء جوارح سے ان کے بدن و جسم سے (ان کے ہر ہر رگ و ریشہ سے) بلکہ ان کے لباس و پوشاک اور ان کے محل و مکان اور مقامات رہائش تک میں سے نمایاں اور ظہور پذیر ہونے لگتا ہے۔

مگر اس کا مشاہدہ کسی ایرے غیرے کا کام نہیں بلکہ اسے وہی نظارہ کر سکتا ہے جو خود ان کا ہم نشین و ہم جلیس ہو۔ اگرچہ فی الواقع وہ عوام کی نظروں میں ایک غیر معروف و گمنام ہو۔ پھر یہ بھی ذہن نشین کر لیجیے کہ وہ نور دنیا میں نہیں بلکہ قیامت کو نمودار ہوگا اور پل صراط کو عبور کرتے وقت اہل ایمان کے پیش پیش چلتا جائے گا۔ اور جب تک وہ عبور نہ کرلیں گے ان سے جدا نہ ہوگا۔ پھر یہ بھی خوب یاد رکھیے کہ یہ نور دنیا میں جس طرح اہل ایمان کے دلوں میں کم و بیش اور قوی و ضعیف ہوگا اسی تناسب سے لوگ آخرت میں بھی اس نور کے لحاظ سے علی حسب المراتب کم درجہ یا عالی مرتبہ ہوں گے۔ بعض کا نور آفتاب و ماہتاب کے برابر چمک رہا ہوگا۔

بعض کا ستاروں کے برابر اور بعض کا ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے برابر اور بعض کو صرف پاؤں کے انگشت نر کے برابر نور ملے گا جو کبھی چمک اٹھے گا تو کبھی بجھ جائے گا۔ غرضیکہ پل صراط کو عبور کرنے کے لیے یہ نور آخرت کو اس قدر حاصل ہوگا جتنا اس نے حسن عمل کی وجہ سے دنیا میں حاصل کیا ہوگا۔ بلکہ وہ آدمی خود ہی مجسمہ نور ہوگا لیکن برعکس ازیں منافق کا نور دنیا

میں غیر ثابت و ناپائیدار بلکہ صرف ظاہراً ہی ہوتا ہے۔ باطن میں تو ہوتا نہیں اس لیے آخرت کو بھی اسے ویسا ہی ناپائیدار نور ملے گا اور وہ بھی ظاہری طور پر۔ جو اتنی بے شمار تاریکیوں میں چلنے اور پل صراط کو عبور کرنے کے لیے ناکافی ہی نہیں بلکہ عدم محض اور ناپید ہو جائے گا۔

نور ایمانی کا اصل مادہ: پھر اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں اس نور کی اور اس کے موقعہ و محل اس کے حامل اور اس نور کے اصل مادہ کو مشکوٰۃ سے تمثیل دی ہے عربی میں مشکوٰۃ اس طاقچے کو کہتے ہیں جو دیوار میں چراغ رکھنے کے لیے بنایا جاتا ہے اور یہ سینہ کی مثال ہے، پھر فرمایا کہ اس طاقچہ میں زجاجہ ہے یعنی تمام شیشوں سے زیادہ صاف و شفاف شیشہ کی چمنی ہے جسے بیاض و صفائی میں چمکتے ستارے سے تشبیہ دی اور یہ (مومن کے) دل کی مثال ہے۔ دل کو شیشہ سے اس لیے تشبیہ دی کہ وہ ان اوصاف کو اپنے اندر لیے ہوئے ہوتا ہے جو مومن کے دل میں قائم و راسخ ہوتے ہیں اور وہ اوصاف ہیں صفائی، رقت اور صلابت و مضبوطی لہٰذا صفائی قلب سے وہ حق و ہدایت دیکھتا ہے اور رقت قلبی کے باعث اسے رحمت و شفقت اور نرمی و مہربانی حاصل ہوتی ہے اور صلابت و سختی کی وجہ سے حق کی حمایت کرتا ہے۔

کفر و اہل کفر پر سختی کرتا ہے اور اللہ کے دشمنوں سے سربکف ہو کر جہاد کرتا ہے، پھر خوبی یہ کہ ایک صفت کے باعث دوسری صفت نہ باطل ہوتی ہے اور نہ کمزور ہوتی ہے بلکہ ایک دوسری کی معاون و معاضد ہوتی ہے اور بالکل **اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ** (فتح/۲۹) (کفار پر سخت اور باہم نرم) کا نمونہ بن جاتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے:

ترجمہ: ''کہ آپ رحمت الٰہی سے ان کے لیے نرم ہو گئے اور اگر آپ بے رحم و سنگ دل ہوتے تو وہ تیرے اردگرد سے دور بھاگ جاتے''۔ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۹)

سریلے نغمے اور رسیلے گیت

(پروفیسر احمد بن ولید)

اللہ تعالیٰ کی تلاوت قرآن مجید:

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ فرماتے ہیں: ”اعلیٰ درجہ کے جنتی جنت میں روزانہ دو مرتبہ اللہ جبار کے حضور زیارت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تلاوت قرآن کرے گا۔ قرآن سننے والوں سے جنتی اپنی اس مجلس پر رونق افروز ہوگا جہاں وہ بیٹھا کرتا تھا۔ گوہر، یاقوت، زبرجد، سونے اور زمرد کے منبروں پر اپنے اپنے اعمال کے درجات کے مطابق بیٹھیں گے، اس قرأت سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی، اس سے بڑھ کر کوئی عظمت والی اور حسین چیز نہیں سنیں گے۔ اس کے بعد وہ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر اپنی مسرور آنکھوں کے ساتھ ایسی ہی کل تک کے لئے واپس لوٹ آیا کریں گے۔“

جنتی سماع: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے تو وہ جنت میں مسرور رہوں گے۔“ (القرآن المجید، سورۃ الروم، آیت نمبر: 15)

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمتہ اللہ علیہ ”**فی روضة یحبرون**“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”وہ جنتی جنت میں سماع سے مسرور رہوں گے۔“

حضرت داؤد علیہ السلام: حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”**له عندنا لزلفی و حسن مآب**“ ”اس (حضرت داؤد علیہ السلام) کے لیے ہمارے پاس قرب کا مرتبہ ہے اور لوٹنے کی بہترین جگہ ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قیامت کے دن حضرت داؤد علیہ السلام کو عرش کے پائے کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور ان کو حکم دیا جائے گا: ''اے داؤد! اس حسین اور نرم و نازک آواز میں میری بزرگی بیان کرو جس طرح سے تم دنیا میں کرتے تھے۔'' وہ عرض کریں گے: ''اے رب! کیسے حمد کروں؟ تو نے تو میری خوش الحانی واپس لے لی ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں اس کو آج پھر واپس کرتا ہوں۔'' چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام ایسی ایسی آواز کے ساتھ حمد ادا کریں گے کہ جنت کی نعمتوں کو بھی بھلا دیں گے۔'' حضرت داؤد علیہ السلام جنت میں بھی خوبصورت آواز میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل بجالائیں گے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ترانہ: امام اوزاعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مخلوق میں حضرت اسرافیل علیہ السلام سے زیادہ حسین اور دلکش آواز کا مالک کوئی (فرشتہ) نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو حکم فرماتا ہے اور یہ ایسی خوش الحانی شروع کرتے ہیں کہ آسمانوں میں موجود نماز پڑھنے والے فرشتوں کی نماز کو بھی کاٹ دیتے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہ اس حالت میں خوش الہانی میں مصروف رہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے غلبہ کی قسم! اگر (غیروں کی) عبادت کرنے والے میری عظمت کی قدر و منزلت کا علم رکھتے ہوتے تو وہ میرے غیر کی عبادت کبھی نہ کرتے۔''

فرشتوں کی حمد و ثناء میں نغمہ سرائیاں: حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ جل شانہ (قیامت کے دن اور جنت میں) اپنے فرشتوں سے فرمائے گا: ''میرے نیک بندے دنیا میں خوبصورت آواز کو پسند کرتے تھے لیکن میری خاطر انہوں نے اس کا سننا چھوڑ دیا تھا۔ تم حسین ترین آواز میں میرے بندوں کو (میری حمد و ثنا) سناؤ۔'' چنانچہ وہ کلمہ طیبہ تسبیح اور اللہ کی عظمت کو ایسی حسین آوازوں میں پیش کریں گے جن کو انہوں

نے کبھی نہیں سنا ہوگا۔"

کستوری کے باغات میں: حضرت محمد بن منکدر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا:"وہ حضرات کہاں ہیں جو اپنے آپ کو کھیل اور شیطان کے باجوں سے بچاتے تھے۔ان کو کستوری کے باغات میں بٹھلاؤ۔"پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرمائے گا:"تم ان حضرات کو میری حمد وثنا سناؤ! اور ان کو بتا دو کہ ان پر کسی قسم کا خوف نہیں اور کسی قسم کا رنج نہیں۔"

فرشتوں کی تلاوت قرآن: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص گانے کی آواز سنے گا اس کو روحانیون کی خوش الحانی سننے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا:"یا رسول اللہ ﷺ! روحانیون کون ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"وہ جنت کے قاری فرشتے ہوں گے۔"

فرشتوں کے ترانے: مفسر ومحدث تابعی حضرت امام مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا:"وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنی آوازوں کو اور اپنے کانوں کی فضولیات اور شیطان کے باجوں سے محفوظ رکھتے تھے؟"پھر اللہ تعالیٰ ان حضرات کو کستوری کے باغ میں اکٹھا کردے گا اور فرشتوں سے فرمائے گا کہ تم میرے (ان) بندوں کے سامنے میری حمد اور بزرگی بیان کرو اور ان کو یہ خوشخبری سنا دو کہ ان پر کوئی خوف کی بات نہیں اور نہ ہی کوئی غم کی بات ہے۔"

جنت میں دنیا کی عورتوں کا ترانہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جنت کی عورتیں اپنے اپنے خاوندوں کے سامنے ایسی (خوبصورت)

آوازوں میں نغمہ سرائی کریں گی جس کو کسی نے اس سے پہلے نہیں سنا ہوگا۔ جو ترانے وہ گائیں گی ان میں سے ایک یہ ہے:

نحن الخیرات الحسان ازواج قوم کرام

ینظرون بقرة اعیان

''ہم بہت اعلیٰ درجہ کی حسین عورتیں ہیں' بڑے درجے کے لوگوں کی بیویاں ہیں، وہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور لذت سے لطف اندوز ہونے کے لئے ہمیں دیکھتے ہیں۔'' وہ یہ ترانہ بھی گائیں گی۔

نحن الخالدات لایمتن نحن الآمنات فلایخفن

نحن المقیمات فلایظعن

''ہم ہمیشہ زندہ رہیں گی کبھی فوت نہ ہوں گی' ہم ہمیشہ ہر طرح کی تکلیف سے امن میں ہیں کبھی خوف نہیں کریں گی' ہم دائمی طور پر جنت میں رہنے والیاں ہیں کبھی اس سے نکالی نہ جائیں گی۔''

حوروں کی نغمہ سرائی: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت کی حوریں ترنم سے ترانے کہیں گی وہ کہیں گی:

''ہم حسین وجمیل حوریں ہیں اور بڑی شان والے خاوندوں کو تحفہ میں عطاء کی گئی ہیں۔''

لڑکیوں کی آواز میں ترانہ حمد: حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''تم ہم سے سوال کرو کیونکہ تم ہم سے کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کرو گے مگر ہم نے اس کے بارے میں پوچھ رکھا ہے۔'' ایک شخص نے عرض کیا:

''کیا جنت میں نغمہ سرائی ہوگی؟''

آپؐ نے فرمایا: "کستوری کے کوزے ہوں گے جن کے پاس لڑکیاں ہونگی جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی ایسی آواز میں بزرگی بیان کریں گی کہ ان کی مثل کانوں نے کبھی نہیں سنی ہوگی۔"

حوروں کا ترانہ: جنت میں اہلِ جنت کے لیے محافلِ غنا و سماع بھی منعقد کی جائیں گی، جس میں نرم و نازک، نازنینِ جنت اپنی میٹھی، سریلی اور پُرسوز آوازوں میں اپنے جنتی خاوندوں کو غزلیں سنایا کریں گی۔ ان غزلوں کے چند مصرعے یہ ہیں:

نَحْنُ الْحُوْرُ الْحِسَانُ

خُلِقْنَ لَاَزْوَاجٍ کِرَامٍ

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا یَمُتْنَہ'

نَحْنُ الْاٰمِنَاتُ فَلَا یَخَفْنَہ'

نَحْنُ الْمُقِیْمَاتُ فَلَا یَظْعُنَہ'

(المعجم الصغیر للطبرانی ،جلد 1، صفحہ 260، حدیث نمبر 734)

"ہم حسین اجسام و عادات والی حوریں ہیں ۔ ہم نیک اور کریم النفس خاوندوں کے لیے پیدا کی گئیں ہیں ۔ ہم ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں ۔ ہمیں کبھی موت نہیں آئے گی ۔ ہم امن و سکون فراہم کرنے والیاں ہیں۔ ہم سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ نہیں۔ ہم ساتھ نبھانے والیاں ہیں، کبھی چھوڑ کر نہ جائیں گی ۔" جب محفل سماع و غنا کا مقام جنت ہو گا تو سننے والے بھی جنتی ہوں گے اور جب غزل سرا حوریں ہوں گی تو کیا سماں ہو گا ۔؟ ان خوبصورت، موٹی اور سرگیں آنکھوں والی حوروں کے ان گیتوں کو سن کر اہلِ جنت خوب خوب انجوائے کریں گے ۔ **انشاء اللہ (اللھم اجعلنا منھم)**

حورعین لاجواب: حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جنت میں حورعین کی ایک مجلس منعقد ہوا کرے گی ۔ وہ ایسی خوبصورت آوازوں

میں گائیں گی کہ مخلوقات نے ان جیسی نغمہ سرائی کبھی نہ سنی ہوگی۔وہ کہیں گی:

”نحن الخالدات فلانبید ونحن الناعمات فلانباس

ونحن الراضیات فلانسخط طوبی لمن کان لنا و کنالہ“

”ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی فنا نہ ہونگی۔ہم ہمیشہ نعمتوں میں پلنے والیاں ہیں کبھی خستہ حال نہ ہوں گی۔ہم (اپنے خاوندوں پر) راضی رہنے والیاں ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی۔بشارت ہو اس کے لئے جو ہمارا خاوند بنا اور ہم اس کی بیویاں بنیں۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حورعین یہ ترانہ کہیں گی تو دنیا کی مومن عورتیں اس ترانے کے ساتھ جواب دیں گی:

”نحن المصلیات و ما صلیتن ونحن الصائمات و ماصمتن

ونحن المتوضات ومالتوضاتن ونحن المتصدقات و ماتصدقتن“

”ہمیں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے تم نے نمازیں نہیں پڑھیں۔ہم نے روزے رکھے ہیں تم نے نہیں رکھے۔ہم نے وضو کئے ہیں تم نے وضو نہیں کئے۔ہم نے زکوٰۃ و صدقات کئے ہیں تم نے نہیں کئے۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”اس جواب کے ساتھ یہ دنیا کی عورتیں حورعین پر غالب آجائیں گی۔“

سب سے خوبصورت آواز: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”جنت کی لمبائی کے برابر ایک نہر ہے جس کے دونوں کناروں پر کنواری لڑکیاں ایک دوسری کے آمنے سامنے کھڑی ہیں اور جن خوبصورت آوازوں کو مخلوقات سنتی ہیں ان سے زیادہ حسین آوازوں میں نغمہ سرائی کرتی ہیں۔حتیٰ کہ جنتی جنت میں ایسی لذت اور نہ پائیں گے۔“ پوچھا گیا: ”اے ابو ہریرہ! یہ کس چیز کی نغمہ سرائی کریں گی؟“ انہوں نے فرمایا:

''وہ انشاء اللہ، تسبیح ،حمد، تقدیس اور ثناء کی نغمہ سرائی کریں گی۔''

درختوں اور حوروں کا مقابلہ حسن صوت: ایک قریشی آدمی نے حضرت امام ابن شہاب زہری رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا:''کیا جنت میں گانا بھی ہوگا کیونکہ مجھے خوبصورت آواز بہت پسند ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''جس ذات کے قبضہ قدرت میں ابن شہاب کی جان ہے! بالکل ہوگا ۔جنت میں ایک درخت ہوگا جس کے پھل لولو اور زبرجد کے ہوں گے،اس کے نیچے نوخواستہ لڑکیاں ہوں گی جو خوبصورت انداز سے قرآن مجید کی تلاوت کریں گی اور یہ کہیں گی:''ہم نعمتوں کی پلی ہوئی ہیں،ہم ہمیشہ رہیں گی،کبھی نہ مریں گی۔''جب وہ درخت اس کو سنے گا تو اس کا ایک حصہ دوسرے سے باریک ترنم سے ملاپ کھائے گا تو وہ لڑکیاں خوبصورت آواز میں اس کا جواب پیش کریں گی اور جنتی فیصلہ نہیں کر سکیں گے کہ ان لڑکیوں کی آوازیں زیادہ خوبصورت ہیں یا درخت کی۔''

ایک درخت کی دلکش آواز: امام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عبدہ بن ابی لبابہ رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے پھل زبرجد، یاقوت اور لولو کے ہیں ۔اللہ تعالیٰ ہوا کو چلائے گا تو وہ درخت حرکت میں آئے گا تو جنتیوں کو اس کی ایسی ایسی حسین آوازیں سننے کو ملیں گی کہ انہوں نے اس سے زیادہ لذیذ کوئی آواز نہیں سنی ہوگی۔''

درخت کا حسین ترنم: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! کیا جنت میں گیت ہوگا! کیونکہ میں گیت کو پسند کرتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ جنت کے درخت کی طرف پیغام بھیجے گا کہ میرے ان بندوں کو جنہوں نے دنیا میں اپنے آپ کو باجوں اور گانوں کی بجائے میرے ذکر میں مصروف رکھا تو ان کو اس آواز میں تسبیح و تقدیس سنا کہ ایسی آواز مخلوقات نے کبھی نہ سنی ہو۔''

درخت سے آواز: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جنت میں ایک درخت ہے جس کے تنے سونے کے ہوں گے اور شاخیں زبرجد ولؤلؤ کی۔ اس پر ہوا چلے گی تو اس کی (شاخیں) حرکت میں آئیں گی، (اس کو) سننے والے اس سے زیادہ لذیذ کوئی آواز نہیں سنیں گے۔"

حسین ترین آوازیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جنت میں ایک درخت ہے جو تیز رفتار سوار کے اس کے سایہ میں سو سال چلنے کے برابر طویل ہے۔ جنت والے اور بالا خانوں وغیرہ والے باہر نکل کر اس کے سایہ میں باتیں کیا کریں گے۔ ان میں سے کوئی جنتی دنیا کے گانے باجے کو یاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ جنت سے ایک ہوا کو روانہ کرے گا جو اس درخت سے دنیا کی ہر طرح کی سریلی آوازوں اور نغمہ طرازیوں کو پیدا کرے گی۔"

ہواؤں کے گیت: ارشاد خداوندی "فی روضۃ یحبرون" کی تفسیر میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جب جنت والے خوبصورت آواز سننا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہواؤں کو حکم دے گا ان ہواؤں کا نام عفافہ ہے، یہ زم لولو کے سرکنڈوں کی گنجان جھاڑیوں میں داخل ہوں گی اور ان کو حرکت دیں گے تو وہ ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور جنت میں خوش الحانی پیدا ہو جائے گی۔ جب وہ خوش الحانی کریں گی تو جنت میں کوئی درخت ایسا باقی نہیں رہے گا جس کو پھول نہ لگیں۔

سانس کی شکل ذکر کی عبادت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جنتیوں کی تسبیح اور تحمید اس طرح سے القاء کی جائے گی جیسے (جانداروں کو) سانس القاء کیا جاتا ہے۔" جنتیوں کی تسبیح اور تحمید سانسوں سے بلا تکلیف اور بغیر ارادہ کے خود بخود ادا ہو گی۔

تخلیق حیات میں معجزے

(ہارون یحیٰ)

معمولی سے معمولی زندگی بھی اتفاقاً پیدا نہیں ہوئی:

یہ بات تو طے ہے کہ کائنات کا نظامِ شمسی اور ہماری زمین کا تناسب سے پیدا ہونا محض حادثہ یا اتفاق نہیں ہو سکتے۔قرآن کریم نے جگہ جگہ اور سورۂ رحمٰن میں خصوصاً اس ضمن میں مختصر اور تفصیلی انداز میں بیان کیا ہے۔صاف پتہ چل جاتا ہے کہ نظامِ شمسی اور ہماری زمین دونوں تناسب،حساب،میزان وانواع،اشکال کا وجود اپنی جگہ ہر چیز ایک منفرد شکل کا معجزہ ہے گو کہ ہزاروں تاویلات پیش کی جا چکی ہیں مگر خالق کا وجود اٹل ہے حتیٰ کہ تخلیق حیات اپنی ابتدائی شکلوں میں بھی حادثہ یا اتفاق نہیں ہو سکتی بلکہ ایک جامع تخلیقی معجزہ ہے۔رابرٹ شاپیرو جو نیو یارک یونیورسٹی کے کیمسٹری کے پروفیسر ہیں اور DNA کے عالم اور اس پر حرفِ آخر سمجھے جاتے ہیں (بذاتِ خود یہ حضرت ڈارون کے معتقد ہیں) انہوں نے ایک سادہ سے بیکٹیریا میں دو ہزار قسم کی پروٹین کے امکانات ظاہر کئے جو اتفاقیہ طور پر بن سکتے تھے۔جبکہ انسانی جسم کے اندر دو لاکھ مختلف الاقسام پروٹین موجود ہیں اور 2000 پروٹین کا ایک بیکٹیریا میں اتفاقاً بن جانے کا امکان ایک میں سے 1040 ہے۔اگر دو ہزار اقسام کی پروٹین کے اتفاقیہ طور پر بننے کا امکان اتنا کم ہے تو انسانی جسم میں پائی جانے والی پروٹین کی دو لاکھ اقسام کا حادثاتی طور پر بن جانا ناممکن نظر آتا ہے۔

چندر بکرم سنگھ جو حساب کا پروفیسر ہے (اور علم نجوم کا بھی ماہر ہے) کارڈیف یونیورسٹی میں اس نے شاپیرو کے متعلق کہا ہے:اتفاقیہ و یکلخت زندگی کے وجود میں آنے کی وجوہات و

اسباب وہ بھی غیر ذی روح مادہ سے وہ بھی ایک میں سے 10^{40} امکان میں غیر ممکن ہے۔ اس سے بہتر ہے ڈارون کو دفن کر دو اور اس کی ساری ارتقائی تھیوری کو بھی۔ کیونکہ ایسا کوئی ابتدائی ماقبل تاریخ مخلوط ملغوبہ باشعور نہ تھا۔ نہ اس زمین پر اور نہ ہی کسی اور سیارے پر اور اگر زندگی یکلخت نہ پیدا ہوئی ہوتی تو پھر یہ نتیجہ ہے ایک بے حد ذہین، زیرک، عالم وعلیم خالق کی صناعی جس نے بے حد وحساب بامقصد تخلیق کی اور وہ خالق کونین وحی القیوم کے علاوہ کوئی اور نہیں جس نے ''کن'' کہا اور وہ ہو گیا۔

زندگی کے اجزاء کے خودبخود پیدا ہونے کے ممکنات اور ناممکنات:

پروٹین کے سالمات وہ اینٹیں ہیں جن سے زندگی وجود میں آتی ہے اور سادہ سے سادہ پروٹین اس قدر پیچیدہ ہے کہ خود نہیں بن سکتی۔ ایک اوسط پروٹین میں 288 جو بارہ مختلف قسم کے امینو ایسیڈ ہوتے ہیں اس کے اتفاقیہ ظہور میں آنے کے امکانات ایک میں سے 10^{300} ہوتے ہیں۔

کسی ایسی پروٹین کی بناوٹ جس کا اتفاق $1:10^{300}$ ہو سکتا ہے وہ لایعنی اور ناممکن ہے کیونکہ علم ہندسہ کی رو سے جو رقم اور امکان $1:10^{50}$ سے چھوٹا ہو وہ ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ پھر بھی ایک ایسی پروٹین جس میں 1288 امینو ایسیڈ ہوں ایک عمومی وقوعہ ہے اور اگر اس کا تقابل ان اجسام سے کیا جائے جن میں بڑے اور پیچیدہ پروٹین کے ساتھ ہزاروں امینو ایسیڈ ہوں اور اگر ان سب امکانات کو ان پروٹین کے سالمات پر منطبق کیا جائے تو صریحاً اس امر کی نفی ہو گی کہ زندگی اتفاقیہ وجود میں آئی۔

لیکن دوسرے امکانات جو زندگی کی تخلیقی منازل میں آتے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پروٹین بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ مائیکو پلازما (H39) جو قدیم ترین بیکٹیریا ہے

اور ہزاروں سالوں سے انسان کے علم میں ہے اس میں 600 مختلف پروٹین ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں اگر ہم ان 600 پروٹین کے امکانات ملاحظہ کریں تو نتیجہ ناکامی ہوگا۔ بلکہ ناممکن سے بھی زیادہ ہے۔اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ قطرہ سے گہر ہونے تک یعنی امینو ایسیڈ سے پروٹین کا جسم بننے تک کتنا وقت لگتا ہے یہ کبھی بھی یہ حادثتہً نہیں بن سکتی تھیں۔

امریکی ماہر طبقات الارض ولیم سٹوکس اپنی کتاب ''تاریخ الارض اور اس کی ضروریات'' میں اس سچ کا اعتراف کرتا ہے۔''اگر کائنات کے بلین سیاروں کی سطح پر پانی جمع ہو جاتا اور جمع شدہ پانی اگر ملین یا بلین سال تک جمع رہتا۔تب بھی پروٹین نہ بن سکی ہوتی۔''اور جہاں تک سائٹوکروم C پروٹین کے امکانات کا تعلق ہے جو کہ زندگی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتفاقیہ بن گئی۔اس کے متعلق تو وہ کہتا ہے کہ ''سائٹوکروم C'' کے بننے کے امکانات تو بالکل صفر ہیں اور اس کی نعم البدل تھیوری کو ماننے کے لیے ضروری ہے کہ کسی مافوق الفطرت طاقت نے جو ہماری توصیف و بیان سے باہر ہے،اس قوت نے یہ کائنات مرتب کی اور یہ مفروضہ سائنس کے اصولوں کے خلاف ہے اس لیے اس عمل میں مافوق الفطرت طاقت کا ہاتھ ہی کارفرما نظر آتا ہے

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارتقا کی جو منزلیں سائنسدان نے فرض کی ہیں اس حساب سے یہ صفر حیثیت رکھتی ہیں اور تمام نظریات بالکل باطل نظر آتے ہیں اور دوسرا نظریہ خالق کی تخلیق کاری صحیح نظر آتا ہے۔حقیقتاً دونوں نظریات یعنی استدلال اور سائنس کو اس بات کی ضرورت ہے اور اس طرح جب دو نظریات ہوں اور ان میں ایک نظریہ صفر کی حیثیت رکھتا ہو تو پھر آفاقی نظریہ ہی ٹھیک نظر آتا ہے اور اگر استدلال کے اصول صفر کے امکانات پر منطبق کئے جائیں تو سائٹوکروم C پروٹین کا وجود حادثتہً سمجھا جائے تو صاف یہ سمجھ آتا ہے کہ اس پروٹین کو صرف تخلیق کیا گیا ہے ایسے ہی نہیں پیدا ہوئی یا دوسرے لفظوں میں اس کو کسی نے تخلیق کیا اور یہی ایک علمی، دلیل والا اور معقول نتیجہ ہے جس کو عقل مانتی ہے۔

مادی دنیا کا نظریہ خالق کے وجود سے انکار کرتا ہے اور یہ مادی سائنسدانوں کو انکار پر مجبور کرتا ہے جو حقیقت اور سچائی اور اس کے نظریات کو جھٹلاتے ہیں جس کے نتیجے میں یہ مادی سائنسدان ضعف کا شکار ہیں اور اپنے دعوؤں کے لیے ان کے پاس کوئی ٹھوس بات نہیں ہے اور کوئی ٹھوس بات کہنے کی بجائے وہ عوام کے سامنے اپنا بے بنیاد فلسفہ بگھارتے ہیں اور اسی سبب سے ایسے سائنسدانوں کی باتوں میں نہ تو کوئی سچائی ہے اور نہ حقیقت اور ان کے سارے اندازے بے بنیاد ہیں۔

زندہ جانداروں میں بائیں ہاتھ کی پروٹین کا وجود:

فعال پروٹین بننے کے لیے سیدھے اور صحیح ارقام اور صحیح تسلسل اور ان کی سہ جہتی یا تکوینی ڈیزائن ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ سارے امینوایسیڈز کا بلا استثناء بائیں ہاتھ کی پروٹین سے بھی ملنا ضروری ہے۔ کیمیائی نظریہ کے مطابق سارے امینوایسیڈز یا تو سیدھے ہاتھ کی طرف موجود ہوتے ہیں اور یا بائیں بازو کی ترتیب میں اور ان کا تین گوشہ جسم متناسب میزان میں مخالف اجزاء یا اعضاء کی شکل میں ہوتا ہے جیسے انسانی ہاتھ (دایاں بایاں)۔ سیدھی اور الٹی طرف کے امینوایسیڈز ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط کر سکتے ہیں، لیکن اس تحقیقات (ریسرچ) کے دوران یہ امر واضح ہوا کہ تمام کی تمام پروٹین خواہ نئی ہوں یا پرانی معمولی سے لے کر پیچیدہ قسم کی تخلیق تک بائیں بازو کی امینوایسیڈز سے مبنی ہیں اور اگر ایک بھی امینوایسیڈز دائیں بازو کا ہو تو وہ فعال نہیں ہوتیں۔

کچھ سائنسدانوں نے دائیں بازو کا امینوایسیڈز بیکٹیریا میں داخل کیا تو اس بیکٹیریا نے اس کو فوراً ہی تباہ کر دیا اور ایسا بھی ہوا کہ کچھ حالات میں بیکٹیریا نے ان دائیں بازو کے امینوایسیڈز سے حصہ لے کر بائیں بازو کے امینوایسیڈز کو دوبارہ بنایا۔ ایک لمحہ کو اگر ہم یہ فرض کر لیں جیسا کہ علمائے ارتقا دعویٰ کرتے ہیں کہ امینوایسیڈز اتفاقاً بن گئے تو ان کے حساب سے

بائیں اوردائیں بازو کے امینوایسیڈز عادات وخصائل میں ایک جیسےاورتعداد میں بھی ایک جیسے ہونے چاہئیں تھےاورپھر ذی روح اجسام میں بھی اتنے ہی اورویسے ہی ہونے چاہئیں تھےاور یہ ممکن بھی تھا۔ کیمیائی حساب سے دوگروہوں کےامینوایسیڈز (دائیں اوربائیں)ایک دوسرے کے ساتھ بآسانی رابطہ رکھ سکتے ہیں اورحقیقت میں ساری پروٹین ذی روح اجسام میں، خاص طورپر بائیں بازو کی حامل ہیں اورعلمائے ارتقاء کیلئے یہ امرحیرت انگیز ہےاورساتھ میں باعثِ الجھن بھی کہ پروٹین کیوں صرف بائیں بازو کے ہی امینوایسیڈز چنتی ہےاوردائیں بازو کے سارےامینوایسیڈز کونظرانداز کردیتی ہے؟اورپھر بھی پروٹین کی اس خاصیت کے باوجود علمائے منکرین اس بات کومحض اتفاق قراردیتے ہیں مگر یہ استدلال ناقابل ہضم ہے۔

برٹینیکا سائنس انسائیکلوپیڈیا جوبذاتِ خودارتقاء کی کھلم کھلا تائید کرتا ہے، کہتا ہے کہ زمین پرموجودتمام ذی روح اجسام اوران کی پروٹین کی مرکب اینٹیں سب ہی بائیں بازو کی عدم تنظیم (Assymetry) رکھتی ہیں،اورانسائیکلوپیڈیا مزید کہتا ہے کہ یہ اتفاق ایسا ہی ہے کہ آپ ہزارمرتبہ سکہ ہوا میں اچھالیں تووہ Head ہی کی طرف گرے۔مزید یہ امرغیر قابل فہم ہے کہ سالمات (Molecules) کی طرح دائیں بازواوربائیں بازو کے بن جاتے ہیں اور یہ امرمسحورکن ہے کہ روئے زمین پر زندگی کی تخلیق سےاس کاتعلق ہے۔اگرزمین پرایک سکہ دس لاکھ مرتبہ ہوا میں اچھالا جائے اوروہ صرف اورصرف سرکےبل گرے تو ممکن ہے کہ اس میں کسی کی دخل اندازی،تدبیر کادخل بھی ہو۔

سچ بات تو یہ ہے کہ یہ بات سکہ اچھالنے سےزیادہ پیچیدہ ہے۔ان سب حقائق کے باوجودعلمائے ارتقاءاس کومحض اتفاق کہتے ہیں اورکسی مافوق الفطرت ہاتھ کادخل یاتخلیق نہیں کہتے ان کا کہنا ہے کہ تمام پروٹین وامینوایسیڈزاس بات پرمتفق ہیں کہ ان کے کھیل میں داہنے بازو کو کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ان تمام حقائق کی روشنی میں انسان جب سوچتا ہےتو مجبورہوجاتا ہے کہ

وہ یہ سوچ کہ زندگی اس طرح تشکیل کی گئی ہے جو خالق کل نے تخلیق کی اور جہاں تک منکرین کا تعلق ہے تو ان کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں فرمادیا ہے۔ ''**ختم اللہ علیٰ قلوبھم** ''ان کے دلوں پر تالے لگا دیئے گئے اور آنکھوں پر پردہ، کانوں پر بھی حق کی صدا بند کردی گئی۔

زمین پر زندگی ایک معجزے کی طرح اچانک ظہور پذیر ہوئی:

ایک لمحہ کو بھول جایئے کہ زندگی زمین پر اتفاقاً وجود میں آئی لیکن زمین کے طبقات میں اندر دبے ہوئے پتھروں میں تبدیل ہوئے اجسام یہ بتاتے ہیں کہ زندگی زمین پر معجزانہ طور پر یکلخت ظاہر ہوئی۔ فوسلز (**Fossils**) کا اثاثی خزانہ جو زمین کے طبقات میں تہہ در تہہ دفن ہے اور اجسام جو دلدلی مٹی میں دفن ہو گئے تھے آج ان کے مطالعے سے پتہ لگتا ہے کہ زندگی زمین پر ایکدم پیدا ہوئی۔ سب سے نچلی تہوں میں جو فوسل محفوظ ہیں وہ آج سے 52 اور 53 کروڑ سال پہلے کے زمانے کے ہیں اور جسے کمبرین دور کہا جاتا ہے۔

دلدلی چٹانوں سے جو فوسل دستیاب ہوئے ہیں وہ کمبرین دور کے ہیں اور ان فوسل شدہ جانداروں میں ہڈی نہ تھی اور وہ پیچیدہ جاندار جیسے گھونگے، اسفنج، کیڑے، جیلی فش، اسٹارفش اور دوسرے اسی قسم کے حشرات تھے اور یہ امر دلچسپ ہے کہ یہ سارے مختلف اجسام ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے۔ اسی لیے تاریخ کے علماء اس دور کو کمبرین دور کے نام سے پکارتے ہیں اور اس دور کو کمبرین دھماکہ کا نام دیا ہے۔ وہ زندگی جو اس دور کے طبقات الارض میں پائی گئی ان کی آنکھیں پیچیدہ اور نظام تحویلی (**Metabolism**) و نظام تنفس بالکل اس دور جیسا ہے۔ مثلاً ٹرائی لوبائیٹس (Trilobites) جانداروں میں آنکھوں میں ڈبل لینز ہے۔ ڈیوڈ رو جو طبقات الارض میں ہارورڈ، واشنگٹن اور شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں، کہتے ہیں کہ 45 کروڑ سال قبل بصری نظام کے لئے ایک بے حد اعلیٰ وارفع ڈیزائن استعمال کیا گیا جو آج کا بے حد تجربہ

کارو عالم ماہر بصریات ایجاد کرنے سے قاصر ہوگا۔مگر 45 کروڑ سال پیشتر بنا ہوا یہ نمونہ شاہکار ہے فن اور ہندسہ کا اور صناعی عظیم کا۔یہ عظیم نظام بصریات آج سے لاکھوں سال پہلے استعمال ہوتا تھا۔یہ بغیر ہڈی کے جاندار یک لخت وجود میں آئے۔

رچرڈ مونیجارسکی جو سائنس میگزین کا معروف ومقبول صحافی و نامہ نگار ہے، اپنے مضمون میں لکھتا ہے کہ کیمبرین دھماکوں نے سائنسدانوں کو حیران کر دیا ہے۔نصف بلین سال قبل ایک عجیب ہی پیچیدہ شکل جانوروں کی ظاہر ہوئی جو ہم آج بھی دیکھ رہے ہیں یہ یکلخت ظاہر ہوئی۔یہ لمحہ جو زمین کے کمبرین زمانہ کی ابتدا میں 55 کروڑ سال پہلے ظاہر ہوتا ہے وہ ارتقائی دھماکہ کرتا ہے جس نے سمندروں کو کائنات کی پہلی مرکب شکل میں جنم دیا۔جانوروں کی مرکب شکل آج بھی ویسی ہی ہے جیسے ابتداء میں تھی۔یہ کس طرح ہوا کہ دنیا کے سارے سمندر بہ یک وقت بغیر ہڈی کے جانوروں سے بھر گئے اور یہ جانور آج بھی پائے جاتے ہیں اور اکثر میں بغیر ہڈی کے ہیں۔ارتقا کے ماہرین اس گتھی کو آج تک نہ سلجھا سکے نہ ہی ان سے اس کا جواب بن پڑا ہے۔انگریز ماہر حیاتیات رچرڈ ڈاکنز، جو ارتقا کے ماہرین میں ایک بڑا نام ہے، لکھتا ہے:

''مثال کے طور پر کمبرین طبقۃ الارض جو چھ سو ملین سال قبل پیدا ہوا سب سے قدیم طبقۃ الارض ہے جس میں زیادہ تر ہم کو بغیر ہڈی کے جانور ملتے ہیں اور ان میں سے کچھ آج بھی ارتقائی منازل میں ملتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ وہ ابھی ابھی پیدا ہوئے ہوں۔بغیر کسی ارتقائی تاریخ کے۔''

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس بیان نے ان لوگوں کے دلوں کو خوش کر دیا جو تخلیق ربانی کے مبلغ اور حمایت کرنے والے اور ایمان رکھنے والے ہیں اور کن فیکون پر ایمان رکھتے ہیں۔

جیسا کہ بالآخر ڈاکنز نے مانا ہے کہ کمبرین دھماکہ صاف ثبوت ہے اس بات کا کہ کائنات تخلیق کی گئی قادر مطلق کے لفظ کن سے۔بغیر ارتقا کے وجود میں آنے کا نام ہی تخلیق ہے

ماہر علم ارتقاء و ماہر حیاتیات ڈگلس فوتیما کہتا ہے کہ ''اجسام یا تو اس طرح پیدا ہوئے کہ مکمل حالت زمین پر اترے یا نہیں اترے۔ اگر نہیں تھے تو پہلے سے موجود نوع الحیات سے باہمی تولید کے ذریعہ پیدا ہوئے۔'' اور یہ ثابت ہو چکا ہے علمی و سائنسی اصولوں اور ثبوتوں سے کہ زندگی اس زمین پر ایک دم ظاہر ہوئی تو اس کے بعد ماہرین ارتقاء کو کوئی ثبوت اور سہارا نہیں ملتا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے رہ سکیں۔ اب وہ ظاہراً یا خفیہ طور پر اس حقیقت کو مانتے ہیں اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ان طبقاتی ارضی تحقیقات کے دوران کوئی بھی ارتقائی منزل یا بیچ والی کڑی نہیں ملتی جو یہ ثابت کر سکے کہ انسان یا حیوان بتدریج ترقی کی منازل طے کر کے آج کے انسان تک پہنچا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو خلق کیا تو اس کو وہ اسماء سکھائے جن کا علم فرشتوں کو نہیں تھا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ انسانی دماغ بالکل اسی حالت میں تھا جیسا آج ہے۔

ڈی این اے کی ساخت میں معجزے

ہر خلئے کے مرکز (Nucleus) کے اندر ہر جاندار کی جسمانی بناوٹ کا بلیو پرنٹ یا اس کے متعلق معلومات درج ہوتی ہیں جو ڈی این اے کے سالمے (مالیکیول) میں ہوتی ہیں۔ زندہ رہنے والے اشخاص کے کروڑوں اربوں سالموں کو نیوکلیوٹائیڈ کہتے ہیں اور ان میں ڈی این اے ہوتی ہے اور یہ چار قسم کے ہوتے ہیں اور ہر نوع کے لیے مختلف ہوتے ہیں اور مخصوص بھی ہر جنس کا تسلسل و ترکیب مختلف ہونے کے ساتھ اس پر اس کی جنس کا تخصیصی ٹھپہ یا پہچان درج ہوتی ہے اور اس کی جنس کے متعلق خاص اطلاعات درج ہوتی ہیں اور بنی آدم کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اس کی پہچان بھی منفرد ہے۔ ڈی این اے کا وجود اللہ تعالیٰ کا بے مثال شناختی تحفہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے سبب یہ پہچانِ عظیم ہے کہ انسان اپنی ہر بات میں زندگی کی دوسری اشکال سے مختلف ہے، اور ہم نیوکلیوٹائیڈ کو حروف تہجی سے تشبیہ دے سکتے ہیں اور چونکہ کل نیوکیلوٹائڈ چار عدد ہوتے ہیں ہم ڈی این اے کو ایک بہت بڑا انسائیکلوپیڈیا کہہ سکتے ہیں جس

میں صرف چار حرفوں میں مکمل معلومات نسل در نسل درج ہیں ۔ خالق مطلق کے وجود صناعی کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوسکتی ہے، کائنات ایک حادثہ کیسے ہوسکتی ہے ۔

ڈی این اے کے سالمے میں حروف کے تسلسل سے ہی انسان کے متعلق ہر اطلاع درج ہوتی ہے جس میں اس کے قد، آنکھوں، بالوں کی رنگت، جلد کی رنگت، جسم کی 206 ہڈیوں کا ڈھانچہ اور اس کا بلیو پرنٹ، 600 پٹھے یا عضلات، دس ہزار سننے والے اعصاب، بیس لاکھ دیکھنے والی آنکھیں، دس کروڑ اعصاب کے خلیات اور 100 کھرب دوسرے خلیات کے متعلق تفصیل ہر خلیہ کے ڈی این اے میں رکھی ہوتی ہے اور یہ جینیاتی معلومات اگر طباعت میں لائی جائیں تو 900 جلدیں اور بنیں گی اور ہر جلد 500 صفحات میں ہوگی تب ہی یہ معلومات درج ہوسکتی ہیں ۔

لیکن یہ ساری انسانی تاریخ وجغرافیہ ایک باریک سے نقطے یا سوئی کی نوک جتنے آنکھ سے نہ نظر آنے والے جسم کے نیوکلیس میں درج ہوتی ہیں ۔اس سے بڑی خالق کی عظمت، تخلیقی قوت اور کیا ہوگی کہ ایک لفظ ''کن'' سے کہ کائنات تخلیق کردی ۔ یہ اس مشت خاک کے بس میں نہیں ۔ یہ اس قادر مطلق حیَ القیوم اور جو ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے، کا معجزانہ تصرف ہے جس کا نہ احاطہ کیا جاسکتا ہے نہ پوری توصیف کی جاسکتی ہے ۔ اگر ذرا بھی عقلِ انسانی میں ادراک وفہم ہے تو وہ غرقِ حیرت ہی ہوسکتا ہے ۔ یہ سب اسکی صناعی کے طفیل ہے ۔

ایک عدد ننھے سالمے کے ڈی این اے میں جو درج ہوتا ہے ۔اس کے لیے کم از کم دس لاکھ صفحات درکار ہوں گے جو معلومات ہر انسانی خلیہ کے مرکزہ میں موجود ہوتی ہیں اور یہ جسم کے ہر کام کو ریموٹ کنٹرول کی طرح کنٹرول کرتا ہے ۔

اور اگر موازنہ کیا جائے تو دنیا کی سب سے بڑی کتاب انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ہے جس کے 25000 صفحات ہیں ۔ ناقابلِ فہم صورت ذہن میں ابھرتی ہے کہ مائیکروسکوپ کے

ذریعہ سے نظر آنے والا ایک خلیہ آج کل کا ڈیٹا بینک نظر آتا ہے جو 40 گناہ زیادہ بڑا ہے اور دنیا کی سب سے بڑی معلوماتی کتاب انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جس میں کروڑوں اندراجات ہیں یہ معلوماتی کتاب 920 جلدوں پر مشتمل ہے اور آج تک کوئی ایسی تحریر موجود نہیں ہے۔ تحقیق بتاتی ہے کہ اس انسائیکلو پیڈیا میں 5 ارب مختلف اندراجات ہیں اور یہ نا قابل یقین عظیم ڈیٹا بنک ہر دس کھرب خلیات میں اور اربوں لوگوں میں اس وقت سے موجود ہے جب سے پہلا انسان زمین پر اتارا گیا۔ بیشک یہ عظیم کارنامہ ہے اور اس خالق مطلق کی لا انتہا قوت کا معجزہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور اس کے درمیان کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

قدرتی حالات میں ڈی این اے کیا اتفاقاً بن سکتا تھا؟

اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ انسانی جسم میں دو لاکھ جینز (Genes) ہوتے ہیں۔ یہ امر محال ہے کہ لاکھوں نیوکلیوٹائیڈ جو ان جینیات کو بناتے ہیں وہ فقط حادثتہً لائن لگا کر نہیں کھڑے ہو جاتے اور وہ بھی صحیح ترتیب و تسلسل میں۔ ماہر ارتقاء علم الحیات کا ماہر فرینک سالسبری ان ناممکنات کو واضح کرتا ہے۔۔۔ایک درمیانہ درجہ کی پروٹین میں تین سو امینو ایسڈز شامل ہوتے ہیں اور ڈی این اے کا جین جو اس کو کنٹرول کرتا ہے اس میں ہزار نیوکلیوٹائیڈ کی زنجیر ہوتی ہے کیونکہ صرف چار قسم کے نیوکلیوٹائیڈ زنجیر میں ہوتے ہیں جس میں ہزاروں (بندشیں) ہوتے ہیں اور یہ سب 41000 شکلیں ہو سکتی ہیں۔ اگر تھوڑا الجبرا استعمال کیا جائے اور حساب کے قاعدے کی رو سے اگر 10 کو 600 مرتبہ ضرب کیا جائے تو دس کے ہندسہ کے بعد 600 صفر لگانے پڑیں گے اور جو رقم حاصل ہوگی وہ ہماری عقل اور ادراک سے خارج ہوگی حساب کی ایک چھوٹی رقم 1:41000 کا مطلب ہے 10^{620}۔ یہ وہ رقم ہے جس میں دس کے بعد 620 صفر لگے ہوتے ہیں۔ جب گیارہ مرتبہ دس کے ہندسہ کے بعد صفر لگایا جائے تو ایک کھرب بنتا ہے اور یہ عقل سلیم میں مشکل سے ہی داخل ہوتا ہے۔ جب ہم 620

صفر دس کے ہند سے کے بعد لگاتے ہیں تو کیا عالم ہوگا! فرانسیسی ماہر ارتقاء پال اوگر جو سائنسدان بھی ہے کہتا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ نیوکلیوٹائیڈ نے مل کر آر این اے اور ڈی این اے بنائے ہوں گے۔ ایسا ناممکن ہے۔ ہم کو واضح طور پر اتفاقیہ والی تھیوری کی دو منازل دیکھنا ہوں گی جو سالے کے پیچ در پیچ اور الجھے ہوئے کیمیائی مراحل جو نیوکلیوٹائیڈ سے پروٹین بننے کے مراحل ہیں۔ نیوکلیوٹائیڈ کی تعمیر جو کہ یکے بعد دیگرے ممکن ہے کہ ان کا ارتباط بے حد خاص تسلسل و ربط کے ساتھ، لیکن دوسرا جو بالکل ہی ناممکن ہے۔ ڈاکٹر لیلیٰ اورگل جو مشہور عالم ارتقاء ہے اور اسٹینلے ملیر اور فرانسیں کرک جو کیلیفورنیا یونیورسٹی کے اساتذہ ہیں وہ کہتے ہیں:

"یہ امر قطعی ناممکن ہے کہ پروٹین اور نیوکلیک ایسڈ جو کہ بذاتِ خود مرکب (پیچیدہ) اجسام میں بیک وقت ایک ہی لمحہ اور ایک ہی جگہ اٹھے ہوں کہ ایک یہ بھی ہے اور دوسرے کا وجود ایک دوسرے کے لیے بے حد ضروری ہے تو بادی النظر میں پہلی نظر سے یہ فیصلہ ممکن نہیں کہ زندگی کیمیائی ترکیبوں سے مل کر وجود میں آئی ہو۔"

ایک اور ماہر ارتقاء کا کہنا ہے کہ ڈی این اے پروٹین کے بغیر کام نہیں کر سکتا حتی کہ مزید ڈی این اے بنائے۔ عمل انگیز عامل پروٹین (Catalyst) کے ذریعہ سے یا کسی خمرہ کے ذریعہ ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ بغیر ڈی این اے کے پروٹین نہیں بن سکتی اور نہ ہی بغیر پروٹین کے ڈی این اے بن سکتا ہے۔ تو پھر یہ گورکھ دھندا، یہ چکر کیا ہے؟ کیسے جینوی کوڈ (Genetic Code) یا تخلیق کے قوانین اور اصول جمع ان کے ترجمے کرنے والے آر این اے اور رائبوسوم تخلیق ہوئے اور یہ سب سوچ کر اور جان کر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔

خلیات کے گونا گوں وجود کاسر

خلیات کے تکاثر و تقسیم کے لیے ضروری ہے کہ ایک خلیہ اپنی نقل پیدا کرے جو نتیجہ میں اپنی ہی دوسری کا پیاں بنائے اور جسم میں کروڑوں ایک ہی جیسے خلیات پیدا ہو جائیں۔ مگر یہ

عملِ تکاثر اتنا آسان نہیں جتنا لگتا ہے۔ بلکہ الجھا ہوا اور پیچیدہ ہے، لیکن کسی ایک منزل پر پہنچ کر اس تقسیم کے عمل میں کسی خفیہ محرک کے سبب سے کسی اور قسم کے خلیات بنانے شروع کر دیتے ہیں اور اسی تقسیم کاری کے سبب نئے قسم کے خلیات بناتے ہیں اور مختلف اعضاء کی تشکیل بھی کرتے ہیں۔ کچھ خلیات ایسے جو روشنی کے لیے حساس ہوتے ہیں اور کچھ جگر کے خلیات بناتے ہیں۔ کچھ اعصاب کے خلیات جو بالکل ہی مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ درد محسوس کر سکتے ہیں۔ کچھ لرزش اور کچھ آواز کی لہروں کو سن سکتے ہیں۔ یہ سب مختلف قسم کی چیزیں۔ آلات احساسات، جو معروف ومقصود، مفید و کارآمد، کیا یوں ہی اتفاقاً پیدا ہو گئیں اور یہ سب چیزیں جو مختلف الانواع ومقصدیت لیے ہوئے ہیں ایک ہی مادر خلیہ (Stem Cell) سے پیدا ہوئے جو ابتدا میں ایک ہی خلیہ تھا۔

یہ سب تقسیم کار، رنگارنگی عالم کہاں سے اور کیسے آئی؟ کیونکہ ایک خلیہ بذات خود اپنے مستقبل کا فیصلہ نہیں کر سکتا اور بذات خود کوئی خاص الخاص خلیہ بن نہیں سکتا۔ تو پھر یہ فیصلہ کون کرتا ہے، کون تحریک کرتا ہے؟ تمام خلیات میں ڈی این اے کی ایک ہی معلومات ہوتی ہیں۔

لیکن پھر بھی وہ دوسری قسم کی پروٹین پیدا کرتے ہیں۔ وہ خلیات جو مختلف قسم کی پروٹین پیدا کرتے ہیں، ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہو جاتے ہیں، لیکن یہ کس طرح ہو جاتا ہے کہ وہ خلیات جن کا اصل ایک ہو اور ان میں جینوی معلومات ایک ہی ہوں وہ یکلخت بالکل ہی دوسری قسم کی پروٹین بن جاتے ہیں حالانکہ وہ بالکل ہی مشابہ ہو بہو نقل ہوتی ہیں دوسرے خلیہ کی ان خلیات کو کون ہدایت دیتا ہے کہ وہ مختلف پروٹین بناتے ہیں؟ ہوئمر جو ماہر و عالم ارتقاء ہے اس تھیوری کا مطلع ہے۔ رحم مادر کے اندر جنین کی ارتقائی منازل وتخلیق عظیم کے متعلق لکھتا ہے۔ کسی طرح ایک اکیلا انڈے کا خلیہ تقسیم ہو کر تکاثر سے بے شمار خلیات بناتا ہے اور پھر وہ متفرق ہو جاتے ہیں، اور اس کے بعد کامل قدرتی معلومات اور اشتراک سے خاص شکل اختیار کرتا

ہے۔سائنسدانوں کے لیے حیران کن ہے اور بالکل اسی طرح ارتقاء کے ماہرین اس امر پر حیران وششدر ہوتے ہیں اور ایک خلیہ آگے بڑھ کر مختلف اعضائے جسم کو تشکیل دیتا ہے۔جس کے نتیجے میں ایک انسان پیدا ہوتا ہے جس میں 100 کھرب خلیات ہوتے ہیں۔تخلیق کا یہ نادر اور خوبصورت مگر نا قابل فہم معجزہ ارتقاء کے علما کے لیے فقط ایک اندھیرا زاویہ ہے۔ رب العزت فرماتا ہے۔

''وہ رب ہے، خالق صناع، چیزوں کو شکل دینے والا۔اس کے لیے ہی سب خوبصورت نام ہیں۔ساری کائنات آسمان وزمین اس کی حمد و ثنا کرتی ہے۔وہ قوت والا اور حکیم ہے۔''(59:24)

بیکٹیریا میں عقل وذکاء

حال ہی میں بیکٹیریا پر تحقیق سے یہ علم ہوا کہ یہ یک خلیہ اجسام یا جراثیم اپنے حالات اور ماحول کے مطابق بے حد ذکاء کا مظاہرہ کرتے ہیں۔مائیکل ڈینٹون جو معروف حیاتیاتی سالمات کا ماہر و عالم ہے کہتا ہے:

''ایسا جو ایک غبار کے ذرہ کے برابر ہے وہ اپنے بقائی لائحہ عمل کا اس قدر عقلمندی اور چابکدستی سے مظاہرہ کرتا ہے جیسے وہ ایک زیادہ ترقی یافتہ جانور ہو اگر یہی ایسا بلی کے قد کا ہوتا تو شاید اس میں اتنی ہی ذکاء ہوتی جتنے اسی قد کے دودھ پلانے والے جانور میں ہوتی ہے۔حیران کن سوال یہ ہے کہ کس طرح اس قدر چھوٹا جسم رکھنے والے جاندار جو خوردبین سے بھی مشکل سے نظر آتے ہیں ان میں اس قدر زبردست معلومات محفوظ ہوتی ہیں جو ان سے اس قدر ذہانت کے فیصلے کرواتی ہیں۔جس طریقے سے ایسا اپنے اندر اطلاعات رکھتا ہے اور جس طریقہ سے وہ اپنے شکار پر جھپٹ کر حملہ آور ہوتا ہے،سمت کا تعین کرتا ہے اور اپنے راستہ پر استقامت دکھاتا ہے کہ اس کا شکار بچ کر نہ نکل سکے اس قدر چالاکی اور شاطرانہ طرز پر اپنے شکار کو اپنے

جسمانی مادے میں گھیرتا ہے کہ شکار کو راہ فرار نہ مل سکے یہ سب حیران کن اور قابل ستائش ہے مگر اس سب کے باوجود تفسیر باقی ہے کہ'' کیسے؟''

اس بیان کے آخری فقرہ کی اہمیت قابل تعریف ہے۔امیبا کا رویہ سالماتی سطح پر غیر واضح ہے کہ آیا یہ ایک کیمیائی ردعمل ہے یا پھر جسمانی لمسی محرک۔یہ یک خلیہ اجسام اپنے ہوش میں فیصلے کرتے ہیں اور ان کو نافذ کرتے ہیں۔یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ ان جانداروں میں نہ تو دماغ ہوتا ہے اور نہ ہی نظام اعصاب۔ان کا ہر خلیہ ایک منفرد آزاد جسم ہوتا ہے ایک مجرد سادہ سا خلیہ جس میں پروٹین، چربی اور پانی ہوتا ہے۔

ذکاء اور عقل کی دوسری مثال بیکٹیریا ہیں۔جولائی 1999ء کے فرانسیسی رسالے'' سائنس اِٹ وائی'' میں ایک مقالہ تحقیقی میں لکھا ہے کہ بیکٹیریا ایک دوسرے سے اتصال کرتے ہیں اور ان اطلاعات کے مطابق جو ان کو ملتی ہیں اجتماعی فیصلہ کرتے ہیں۔اس ہی مضمون کے مطابق یہ اطلاعات بے حد الجھے پیچیدہ نظام کا نتیجہ ہوتی ہیں۔بیکٹیریا کی خارجی سطح پر صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ برقی سگنل یا اشارے ارسال کرے اور خود بھی وصول کرے۔بیکٹیریا اشارے بھیجتے ہیں جن میں معلومات اپنے ماحول اور غذائی حالات کے متعلق درج ہوتی ہیں ان ہی معلومات کی بنا پر وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کب تکاثر ہو اور کب رک جائے اور تقسیم بند ہو جائے۔ قصہ مختصر کہ یہ ننھے ننھے جاندار جو آنکھ کو نظر بھی نہیں آتے وہ اپنے ماحول کی اطلاع جمع بھی کرتے ہیں پھر ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں اور مشترک لائحہ عمل تیار کرتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ ایک امر واقعی ہے کہ ان ننھے اجسام میں جو نظر بھی نہیں آتے ان میں نہ دماغ ہے، نہ نظام اعصاب، وہ اس طرح کا فیصلہ و رویہ اختیار کرتے ہیں جن میں ذکاء، دماغ، سوچ اور ہوش کی ضرورت ہوتی ہے۔یہ سب اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ ایسے فیصلے تخطیط العمل ہوتے ہیں۔ نپے تلے اقدام اور فیصلہ کن عمل کی صلاحیت ان کے اندر ہے اور یہ حالات ایک معجزہ ظاہر کرتے ہیں

اور یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ احکام کی ڈور کہیں اور ہی ہے۔ان اعمال وفیصلوں کا ذمہ دار کوئی اور ہی ہے جس کی طرف سے یہ احکام جاری ہوتے ہیں اور وہ خالق کل رب العزت و خالق کو نین کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جوان سب کو راستہ دکھاتا ہے اور یہ سچ یہیں پر ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ پوری خلق کیلئے ہے جیسا کہ قرآن حکیم نے فرمایا۔کوئی ایسا ذی روح نہیں ہے جس کی وہ دیکھ بھال نہیں کرتا۔'' (56:11)

آخری بات:

جیسا کہ ہم نے ابتداء میں بیان کیا ان مثالوں کو ان معجزات کے متعلق جو دنیا میں زندگی سے متعلق ہیں، یہ تو چند کڑیاں ہیں ایک طویل زنجیر کی ان لامنتہائی معجزات کی جو ایک طویل سلسلہ ہے اور روز ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ہم جس چیز کا بھی معائنہ کریں تو ہر چیز کا وجود ایک مختلف معجزہ نظر آئے گا۔مگر خوبی تو اس وقت ہوتی ہے جب ہم ان پر نظر کریں۔ان کا ادراک رکھیں اور اس کو سمجھیں کیونکہ معجزہ خواہ کتنا ہی صاف اور واضح ہو۔اس کی افادیت اس وقت ہی ہوتی ہے جب ایمان والے اس میں خالق کا کرشمہ ملاحظہ کریں اور لازوال عظمت کو ملاحظہ کریں اور کوئی بھی معجزہ خواہ کتنا ہی بڑا اور عظیم کیوں نہ ہو، یقین نہ کرنے والے، منکرین اور کافر اس سے انکار کریں گے کیونکہ تسلیم کرنے میں تعصب اور کینہ وبغض مانع ہوتا ہے۔غرور وتمکنت اور دنیاوی جاہ وجلال کی طلب مانع ہوتی ہے۔اسی پر بس نہیں بلکہ بے عقلی دلائل اور بے ہودہ اعتراضات کرتے ہیں۔حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو اس کتاب میں درج ایک بھی معجزہ کافی ہے کہ وہ ان کو جھنجھوڑے جن میں ذرا بھی عام ذکاء موجود ہے مگر چونکہ منکرین کے پاس استدلال اور بیداری نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کے معجزات کو سمجھ ہی نہیں سکتے حالانکہ یہ سب ان کے چاروں طرف بکھرے ہوتے ہیں۔قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات منکرین کے رویہ کو ظاہر کرتی ہیں:

"اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں "یہ صریح جادو ہے اور اس طلسم کا کوئی آخر نہیں ہے۔"انہوں نے سچائی کو جھٹلایا ہے اور اپنے ہی اوہام اور خواہشات کے مقلد ہیں، لیکن ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے"(54:2-3)

ساری آیات قرآنیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ منکرین حق ان معجزات میں دلچسپی نہیں رکھتے اور ان کی انا پرستی، عزت نفس اور خودغرض خواہشات قبول حق میں مانع ہیں۔معجزات کو ماننے کا مطلب ہوگا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے وجود کو بھی ماننا ہوگا اور یوم آخرہ کو بھی اور ہم پلٹ دیں کے ان کے قلوب اور نظر جیسے کہ وہ پہلی بار انکار کریں گے اور ہم ان کو چھوڑ دیں گے۔اس ہی شیطانی راہ پر اور حد سے زیادہ ہٹ دھرمی پر حالانکہ ہم نے ان پر فرشتے بھی بھیجے ہوں گے اور جو انتقال کر گئے ان کو بھی انہوں نے کہا تھا اور ہم نے ہر وہ نشانیاں جمع کیں اور ٹھیک ان کی آنکھوں کے سامنے پیش کیا وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور یقین نہیں کرتے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اور ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔

دعائے مغفرت

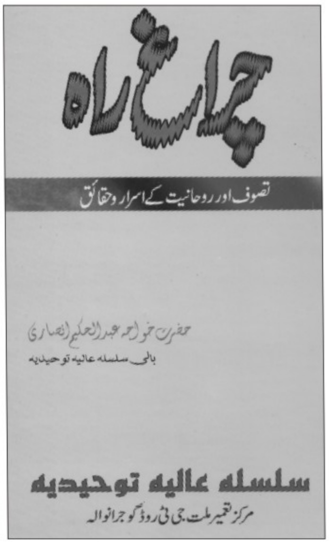
گوجرانوالا سے بھائی حمید اللہ کے جواں سال بھانجے

گوجرانوالا سے بھائی محمد مالک کی اہلیہ

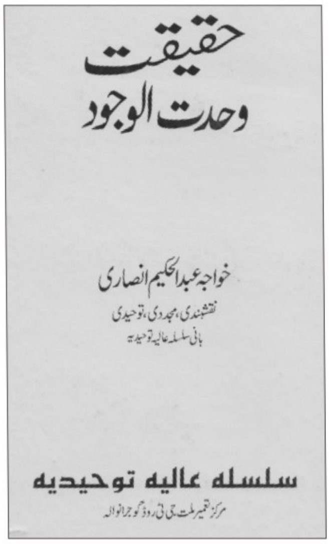
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

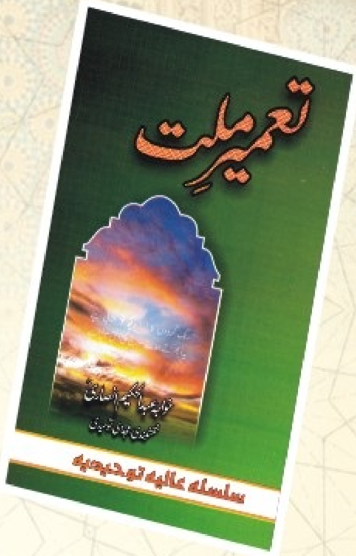


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

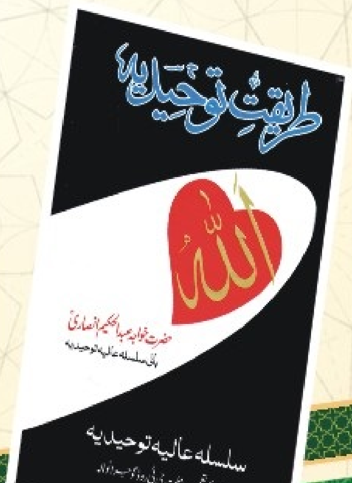


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com